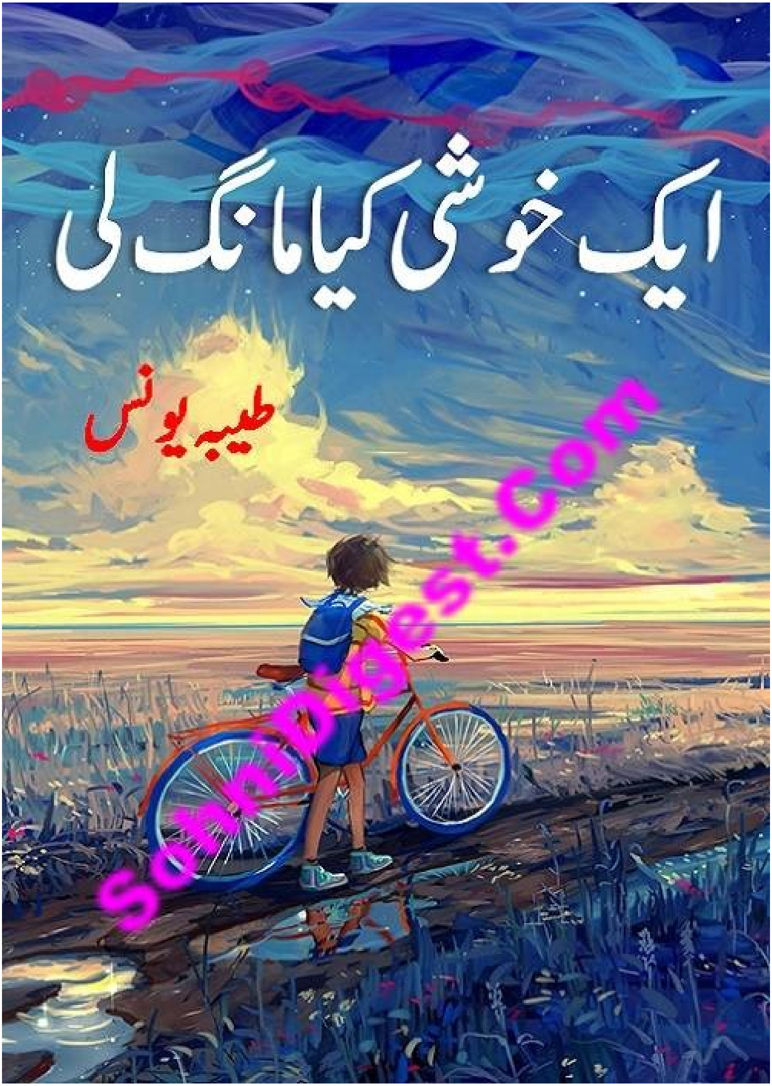

ایک خوشی کیا مانگ لی
طیبہ یونس
sohnidigest.com

ناول

طیبہ یونس

ایک خوشی کیا مانگ لی

وہ آسمان کی طرف دیکھ رہی تھی۔ جہاز ابھی ہوا میں تھا۔ ہر طرف سفید بادل تھے۔اس نے اپنی کتاب بند کر کے بیگ میں ڈال لی۔اور کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی۔آہستہ آہستہ آسمان کالا ہونے لگا۔وہ اپنی سوچوں میں گم تھی۔

" کیا خوشیوں کو نظر لگ جاتی ہے۔میرے ساتھ تو ایسا ہی ہوا۔میں نے ایک خوشی کیا مانگی۔وہ خوشی مجھ سے روٹھ ہی گئی"۔اچانک بجلی چمکی۔وہ ڈر گئی۔تھوڑی دیر بعد بارش شروع ہو گئی۔

"یا اللہ پاک مجھ پر اپنا رحم فرما۔مجھے ہمیشہ سیدھے راستے پر چلانا۔تو بہت کرم کرنے والا ہے"۔بجلی پھر سے چمکی۔اس نے ڈر کر کھڑکی بند کر دی۔جہاز خیریت سے ترکی ائیر پورٹ پر اترا۔اس نے اپنا سامان لیا۔اور باہر آ گئی۔جہاں اس کے والدین اور اسکا بھائی اس کا انتظار کر رہے تھے۔

☆......☆......☆

"حیدر خان کہاں رہ گئے ہو۔کب سے آوازیں دے رہا ہوں"۔شیشے کے ٹکڑے فرش پر پڑے تھے۔اچانک بھاگنے کی آواز آئی۔

"جی صاحب: حکم کریں"۔

"یار یہ تو ذرا صاف کر دو۔ اس سے پہلے میری بیگم آجائے۔ ایسا نہ ہو کہ شامت آجائے"۔

"جی صاحب۔ ابھی کرتا ہوں"۔ وہ بھاگ کر گیا اور برش لایا، ایک منٹ میں ساری صفائی کر دی۔ وہ شروع سے ایسا ہی تھا۔ کوئی بھی کام فورا کر لیتا۔ دوبارہ کہنے کی ضرورت نہ پڑتی۔

"بھابھی جی کب آئیں گی۔ لگتا ہے دل نہیں لگ رہا"۔ اس نے شرارت سے کہا۔

"بس کچھ ایسا ہی ہے"۔ وہ بھی فائل اٹھاتے ہوئے بولے۔

☆......☆......☆

رات کو ہونے والے اچانک شور نے سب کو ہلا کر رکھ دیا۔ محلے والے سب باہر کی طرف بھاگے۔ معلوم ہوا وقاص مغل کے گھر آگ لگ گئی ہے۔ محلے والے فورا مدد کرنے لگے۔ بچے، بوڑھے جوان جس کی جتنی ہمت تھی اس نے مدد کی۔

فائر بریگیڈ کافی دیر بعد پہنچی۔ لیکن تب تک بہت کچھ جل چکا تھا۔ آگ نے سامان کے ساتھ انسانی جانیں بھی لے لیں تھیں۔ آگ لگنے کی وجہ معلوم نہ ہو سکی۔ صبح تک ان کے رشتے دار جمع ہو گئے۔ اور ان لاشوں کو قبرستان کے سپرد کر دیا۔ ان رشتے داروں میں ایک عورت بھی موجود تھی۔ جو گھر کا سب سے اہم سامان لے کر فورا چلے گئی۔

☆......☆......☆

آج صبح وہ جلدی اٹھا۔ ٹائم دیکھا، چادر اپنے اوپر سے اتار کر دور پھینکی۔ اور واش روم کی طرف بھاگا۔ باہر آیا جیکٹ پہنی جوگر ہاتھوں میں پکڑے اور گیٹ کی طرف دوڑ لگائی۔ چپکے سے باہر جانے لگا جب ایک آواز پر مڑ گیا۔

"بیٹا آج پھر لیٹ"۔

"وہ، وہ بس ابھی میں ایک اہم کام میں مصروف تھا"۔ اٹھارہ سالہ لڑکے نے اپنی شہادت کی انگلی سے اشارہ کیا۔

"میں بھی سنو کون سا ضروری کام تھا"۔ وہ تیس سالہ شخص ٹریک سوٹ پہنے اس کے سامنے کھڑا ہو گیا۔

"وہ ایک راز ہے"۔ اس نے مدھم آواز میں کہا۔ اس شخص نے ایک نظر اس پر ڈالی جو اپنے جوتے پہن رہا تھا۔

"پھر اللہ تم کو کامیاب کرے۔ چلو پہلے فجر کی نماز پڑھتے ہیں۔ پھر جاگنگ کریں گے"۔ وہ دونوں باہر نکلے۔ یہ ان دونوں کا روز کا معمول تھا۔ وہ روز لیٹ آتا۔ اور ایسی باتیں کرتا۔ اور وہ ہمیشہ ہنس دیتے۔ وہ ان کو سب سے زیادہ پیارا جو تھا۔

گھر آ کر وہ فوراً کچن میں گھس گیا۔ ناشتہ تیار کیا اور میز پر لگا دیا۔ اتنے میں ندیم خان شاور لے کر آ گئے۔ اور ناشتہ کرنے لگے۔

"تمھارے داخلے کا کیا بنا ہے"۔ انہوں نے جوس کا سپ لیا۔

"وہ میں سوچ رہا تھا کہ کوئی نوکری کر لوں۔ پڑھائی میں کیا رکھا ہے"۔ وہ چائے بنانے میں مصروف تھا۔

"نوکری کر تو رہے ہو۔ اور کون سی نوکری کرنی ہے"۔ لہجہ سخت تھا۔

"وہ میں، میں"۔ کہتے ہوئے رک گیا۔

"حیدر بیٹھ جاؤ"۔ وہ پیار سے بولے۔ وہ چپ چاپ پاس کرسی پر بیٹھ گیا۔ "پھر کوئی فون آیا تھا"۔ اس نے نظریں جھکا دیں۔ جھوٹ وہ کبھی نہیں بولتا تھا۔

"حیدر، یاد رکھو کسی کے پیچھے لگ کر اپنی زندگی تباہ نہیں کرتے۔ اللہ نے تم کو موقع دیا ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ تمھارا داخلہ ہو گیا ہے"۔

"پر سوچ رہا تھا کہ نوکری کر کے کوئی چھوٹا کاروبار شروع کر لوں"۔ حیدر کی نظر اب سامنے پڑے اخبار کی طرف تھیں۔ وہ بار بار ایک ہی خبر پڑھ رہا تھا۔

"کاروبار بعد میں بھی کر سکتے ہو۔ تعلیم حاصل کرنا سنت نبوی ہے۔ یہی سوچ کر تعلیم حاصل کر لو۔ میں تم کو کامیاب دیکھنا چاہتا ہوں۔ ساری زندگی تم کو اپنے پاس نہیں رکھ سکتا"۔

"آپ چاہتے ہیں میں یہاں سے چلا جاؤں۔ میں آپ کو چھوڑ کر کبھی نہیں جاؤں گا"۔

"حیدر تم میرے سارے کام کرتے ہو ٹھیک ہے۔ پر کل کو میری بیوی بچوں کے کام کرو۔ ایسا میں ہرگز نہیں ہونے دوں گا۔ جاؤ تیار ہو جاؤ میں تم کو خود چھوڑ کر آؤں گا"۔

حیدر کے پاس انکار کی کوئی وجہ نہ تھی۔ برتن سمیٹے کچن میں رکھے۔ اتنے میں ماسی آگئی۔ وہ گھر کے پیچھے بنے اپنے کمرے میں آگیا۔ اپنا بستر ٹھیک کیا۔ اور ناشتہ کر کے تیار ہو گیا۔ ہارن کی آواز آئی۔ بیگ پکڑا اور باہر آگیا۔ ندیم خان اسکا انتظار کر رہے تھے۔ وہ گاڑی میں بیٹھ گیا۔ چوکیدار نے گیٹ کھولا اور گاڑی اپنی منزل کی طرف روانہ ہوگئی۔

☆......☆......☆

وہ اپنا نیا سوٹ پہن کر شیشے کے سامنے کھڑی تھی۔ سوٹ تھا بھی تو بہت قیمتی۔ پھر اس نے اپنا سونے کا سیٹ نکالا اور وہ پہنا۔ دروازہ کھولا اور اسکا شوہر اندر داخل ہوا۔

"ابھی تک تیار نہیں ہوئی"۔ اس کی نظر اپنے موبائل پر تھیں۔

"بس پانچ منٹ اور"۔ اب وہ اپنے بال ٹھیک کرنے لگی۔

"میں تمھاری وجہ سے لیٹ ہو جاؤں گا۔ تم ہر بار ایسے ہی لیٹ ہوتی ہو"۔ وہ ناراض ہوا۔

" کیا آپ نہیں چاہتے آپ کی بیوی پارٹی میں سب سے پیاری لگے"۔ ماریہ نے اپنا بیگ پکڑا اور اپنے شوہر کے سامنے کھڑی ہوگئی۔

"ہاں کیوں نہیں"۔ ایک نگاہ اپنی بیگم پر ڈالی۔" آج ایک بہت اہم سیاست دان اپنی بیگم کے ساتھ آرہا ہے۔ اگر دوستی ہوگئی تو کل کو ہمیں ہی فائدہ ہوگا۔ بس کوشش کرنا کہ وہ ہماری دعوت قبول کر لیں"۔

"میں اس سے پوری چالاکی سے دوستی کروں گی۔ ایسا نہیں ہوسکتا کہ کوئی میری نظر سے بچ جائے"۔ ماریہ نے غرور سے کہا۔

"اچھا یہ بتاؤ بچوں کا کوئی فون آیا ہے۔ جب سے دونوں لندن گئے ہیں۔ بہت کم بات ہوتی ہے"۔ متین نے دروازہ کھولا تو ماریہ بھی ساتھ باہر نکلی۔

"میری صبح بات ہوئی تھی۔ بس پڑھائی اور دوستوں کے ساتھ مصروف ہوتے ہیں۔ اب چلیں لیٹ ہو رہے

ہیں"۔وہ دونوں پارٹی کے لیے چلے گئے۔

☆......☆......☆

اذان کی خوبصورت آواز کانوں میں پڑی۔مغرب کا وقت تھا۔ہر کوئی اپنے گھروں کو جانے کو تیار تھا۔چڑیوں کا شور سنائی دے رہا تھا۔دن ڈھل چکا تھا۔

ثناء وضو کر کے نکلی،نماز ادا کی۔اور کرسی پر بیٹھ گئی۔اور دعا مانگ نے لگی۔

" کچھ دعا میرے لیے بھی کر دو۔اللہ اس بار میری شادی کروا دے،اور نمبر بھی اچھے آئیں"۔اس نے نظر اٹھا کر بیڈ پر لیٹے شخص کو دیکھا۔جو بڑے مزے سے اپنے بالوں میں ہاتھ پھیر رہا تھا۔

"اس کے لیے محنت بھی کرنی پڑتی ہے۔صرف دعا سے کام نہیں ہوگا"۔ثناء جانے کے لیے کھڑی ہوئی۔

"اب تمھارے جیسا دماغ تو میرے پاس نہیں۔اور نہ ہی یہ چھڑی"۔وہ اب اسے تنگ کرنے لگا۔

" بھائی لگتا ہے،آج ابّو سے ملاقات نہیں ہوئی۔خیر میں تو خاموش رہوں گی ورنہ۔۔۔"۔وہ کہتے کہتے رک گئی۔شفیق نے بیڈ سے چھلانگ لگائی۔اور اسکے پیچھے کچن تک آیا۔

"ایسے ہونے کے باوجود اتنا تیز کیسے چل لیتی ہو۔خیر جلدی بتاؤ کیا ہوا ہے۔پلیز"۔شفیق اسے پریشانی سے دیکھنے لگا۔

"ہاہاہا تم بہت جلدی بدھو بن جاتے ہو۔ویسے ابّو کل شام آرہے ہیں"۔اس نے برتن کو چولہے پر رکھا۔

"ثناء کی بچی۔اسی چھڑی سے ماروں گا"۔وہ اسے غصے سے دیکھنے لگا۔"اب میرے لیے بھی چائے بناؤ۔اچھا یہ بتاؤ دونوں بھابھی کہاں پر ہیں۔گھر میں اتنی خاموشی کیوں ہے"۔وہ ساری گھر کی رپورٹ اپنی بہن سے ہی لیتا تھا۔

"شاپنگ کرنے گئیں ہیں۔وہ خاندان میں شادی آرہی ہے"۔ثناء نے فریج سے دودھ نکالا۔

"یعنی اگلا ہفتہ گھر پر کوئی نہیں۔واہ ہاہاہاہا میں راج کروں گا"۔شفیق نے بلند آواز سے کہا۔

"ہاہاہا میں بھی گھر پر موجود ہوں"۔ثناء نے اسے یاد دلایا۔

"اچھا اچھا ویسے مجھے کوئی تو چاہیے۔جو میرے کام کرئے۔اور یہ ذمہ داری میں تم کو دیتا ہوں"۔شفیق نے

میز پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔

"میرے کچھ کام کرنے ہوں گے۔ بولو منظور ہے۔ حکم تو میرا ہی چلے گا"۔ ثناء نے ایک چائے کا کپ شفیق کو دیا اور دوسرا پکڑ کر کرسی پر اسکے پاس بیٹھ گئی۔

"جانتا ہوں جس کی لاٹھی اسکی بھینس"۔ چائے کا ایک سپ لیا۔

"میں نے کچھ کتابیں خریدنی ہیں۔ چلو گے میرے ساتھ "۔

" ٹھیک ہے، بس یہ لاٹھی گھر چھوڑ کر جانا"۔ شفیق مسکرا کر بولا۔

"ہرگز نہیں"۔ ثناء نے اپنا کپ لیا اور اپنے کمرے میں چلے گئی۔ شفیق نے اسے مڑ کر دیکھا اور دعا دی۔ "اللہ تم کو خوش رکھے "۔ وہ ہمیشہ اپنی بہن سے لڑتا۔ لیکن دل میں اسے دعائیں دیتا۔

☆......☆......☆

آج پورا گھر سجا ہوا تھا۔ مہمانوں کی آمد تھی۔ مختلف قسم کے کھانے تیار ہو رہے تھے۔ ساری ذمہ داری کیٹرنگ والوں کی تھی۔ ندیم خان صاحب کے گھر بیٹی پیدا ہوئی تھی۔

ان کی بیگم سحرش خان بے حد پیاری لگ رہیں تھیں۔ ہر کوئی مبارک باد دے رہا تھا۔ کچھ لوگ حیران بھی تھے۔ کہ بیٹی کی پیدائش پر اتنی خوشی۔ پر یہ ندیم خان تھے۔ جن کا ماننا تھا" رب راضی تو سب راضی"۔ جس کا انعام ان کو یہ ملا کہ اللہ نے ان کو ایک نیک بیگم سے نوازا۔

"ارے یہ کوئی ملازم نظر نہیں آ رہا"۔ ندیم کے ایک دوست نے نظر دوڑائی۔ اس کی نظر حیدر خان پر پڑی۔ وہ ندیم صاحب کی بیٹی کے پاس تھا۔

"حیدر خان ذرا یہاں آنا"۔ اس نے آواز لگائی۔ حیدر نے دیکھا تو اس کے پاس آ گیا۔ "یار ایک گلاس پانی لانا"۔ اس نے حکم دیا۔

" کیا ہوا ہے"۔ ندیم صاحب وہاں پر پہنچ گئے۔ اور نوکر کو آواز دی۔

"یار حیدر کر لے گا۔ وہ بھی تو نوکر،،"۔ اس کی بات مکمل بھی نہ ہوئی تھی کہ ندیم صاحب غصے سے بولے۔

"بس آپ کو پانی چاہیے مل جائے گا۔ مگر حیدر خان کو کچھ مت کہنا"۔ اتنے میں نوکر پانی لایا۔

"حیدر خان میری بات سنو"۔ وہ اسے کونے میں لے گئے۔ "بہت وقت ضائع کرلیا۔ جاؤ اپنے کمرے میں تم نے کل کالج بھی جانا ہے۔ میں کھانا ادھر بھیج دیتا ہوں"۔

"صاحب ایک گلاس پانی تو تھا۔ میں لے آتا آپ کے اتنے قریبی بزنس پارٹنر ہیں۔ اور اچھے دوست بھی۔ ایسے ناراض ہوں جائیں گے"۔ حیدر خان کو برا لگا رہا تھا۔

"تم میرے بھائیوں جیسے ہو۔ اور صرف میرا کام کرو گے۔ یہ بات وہ سب جانتے ہیں پھر بھی۔ میں نے یہ حق اپنی بیگم کو نہیں دیا۔ تو کیا چیز ہے"۔ انہوں نے اسکے کندھے پر اپنا ہاتھ رکھا۔

حیدر خان اپنے کمرے میں آ گیا۔ بیڈ پر لیٹ کر یونیورسٹی کا کام کرنے لگا۔ وہ بہت چھوٹا تھا۔ تب سے ندیم خان کے پاس رہ رہا تھا۔ زیادہ تر ندیم خان اپنے بزنس کے کاموں میں مصروف ہوتے۔ تو حیدر خان تنہا ہوتا۔ اس نے اپنے دوست بھی نہیں بنائے تھے۔ کبھی کبھی کتابیں پڑھ لیتا۔ یا پھر اپنے کمرے کے باہر ایک چھوٹا صحن موجود تھا، وہاں چکر لگا لیتا۔

☆......☆......☆

"تم کو ڈر تو نہیں لگ رہا"۔ شفیق فکر سے بولا۔

"میں صرف اللہ سے ڈرتی ہوں۔ اس لیے پرسکون ہوں۔ یونیورسٹی جا رہی ہوں۔ باہر کے ملک نہیں" ثناء شیشے کے سامنے کھڑی سکاف لے رہی تھی۔

"اپنا موبائل آن رکھنا۔ میرا ڈیپارٹمنٹ زیادہ دور نہیں ہے۔ کوئی مسئلہ ہو تو مجھے کال کر دینا"۔ وہ اپنا بیگ لے کر کھڑا ہو گیا۔ ثناء بھی جانے کے لیے تیار تھی۔ آج اس کا یونیورسٹی میں پہلا دن تھا۔ آنٹی بتول کمرے میں ہوئیں۔

"میرے دونوں بچے تیار ہو گئے۔ اللہ تم کو کامیاب کرے"۔ وہ ثناء کی نظر اتارنے لگیں۔

"اماں، انشاءاللہ۔ آپ فکر نہ کریں۔ ٹاپ کروں گی۔ آپ کے اس نالائق بیٹے کی طرح نہیں"۔ ثناء اپنی ماں کے گلے لگ گئی۔

"ساری دعائیں اسے دینا۔ ویسے تم کو بتاؤں میں وہاں پڑھاتا ہوں۔ اور اس سے کہہ دیں میں اس کا نوکر

نہیں ٹائم پر نکلا کرے۔اب چلو لیٹ نہ ہو جائیں"۔شفیق نے جاتے ہوئے اسکے بال کھینچے۔

"اماں اپنے بیٹے کو بولیں ایسے حرکتیں نہ کرے۔راستے میں بھی مجھے تنگ کرے گا"۔ثناء نے بھی اس کے بال کھینچے۔

"شرم کرو تم دونوں۔اتنے بڑے ہو گئے ہو اب بھی بچوں کی طرح لڑتے ہو"۔نانی اماں اندر داخل ہوئیں۔ثناء بھاگ کر ان سے چپک گئی۔نانی نے دونوں کو پیار دیا اور وہ دونوں یونیورسٹی چلے گئے۔

"بتول بیٹا"۔وہ ادھر کرسی پر بیٹھ گئیں۔"میں نے تم کو کتنی بار منع کیا ہے۔ان دونوں کو یوں فری نہ ہونے دو"۔نانی نے اپنی بیٹی کو سمجھایا۔

"امی جی،میری یہ دونوں کہاں سنتے ہیں"۔وہ بھی ان کے پاس کرسی پر بیٹھ کر سبزی بنانے لگیں۔

"بتول تم اچھی طرح جانتی ہو کہ سچ کیا ہے پھر بھی،،،"۔پریشانی ان کے چہرے پر نظر آ رہی تھی۔آنٹی بتول نے ایک نظر ان کو دیکھا اور گہری سوچ میں پڑ گئیں۔

☆......☆......☆

ثناء بائیک کے پیچھے بیٹھ گئی۔سارا راستہ شفیق اسے یونیورسٹی کے بارے میں معلومات دیتا رہا۔وہ پہلے اسی یونیورسٹی میں پڑھتا تھا۔پھر ابو کے دوست کی وجہ سے ادھر نوکری مل گئی۔اب وہ ادھر پروفیسر تھا۔بائیک ثناء کے ڈیپارٹمنٹ کے باہر رکی۔

"آ و تم کو اندر چھوڑ آؤں"۔وہ بائیک سے اترنے لگا۔

"بھائی میں سکول نہیں جا رہی۔خود جا سکتی ہوں۔اب تم جاؤ"۔وہ اس سے کہہ کر اندر کی طرف مڑ گئی۔"اللہ تم کو خوش رکھے"۔وہ اس کے لیے فکرمند تھا۔وجہ اس کی معذوری تھی۔

"سحرش آپ نے حیدر خان سے مارکیٹ سے کچھ سودا لانے کو کہا تھا"۔ندیم صاحب کمرے میں آئے۔اور بیڈ کے کونے پر بیٹھ گئے۔

"جی،وہ بچوں کا کچھ سامان کہا تھا۔پاس والی مارکیٹ سے لے آیا تھا۔وہ کاکا (نوکر) کام سے پہلے ہی باہر گیا تھا"۔سحرش نے اپنے بیٹے کے کپڑے بدلتے ہوئے کہا۔

"میں نے آپ سے کہا تھا۔کہ حیدر سے کوئی کام نہ کہنا پھر بھی"۔لہجہ بہت سخت تھا۔سحرش نے ایک نظر انکو دیکھا۔

"کیا ہو گیا۔اس نے کہا میں بھی ان بچوں کا کچھ لگتا ہوں۔اس لیے ایک کام کہہ دیا۔اس میں اتنا ناراض ہونے والی کون سی بات ہے"۔وہ بھی ناراض ہوئی۔

"جب میں نے کاکو رکھا ہے تو حیدر خان کیوں۔دوبارہ ایسا مت کرنا میں ہرگز برداشت نہیں کروں گا۔وہ میرے کام کرتا ہے اس کا مطلب یہ نہیں آپ یا بچے اسے اپنا نوکر سمجھ لیں"۔ندیم نے اپنی بیٹی کو گود میں بیٹھا لیا۔

"اچھا آپ ناراض نہ ہوں۔ویسے ایک بات کہوں، مجھے کبھی بھی آپ کی اور حیدر خان کے رشتے کی سمجھ نہیں آئے گی۔وہ میرا بھی بھائی ہے"۔

"ٹھیک ہے۔اس تعلق کو کوئی نہیں سمجھ پائے گا"۔

"ندیم دو دن سے حیدر بہت پریشان لگ رہا ہے۔میں نے وجہ پوچھی تو ہنس کر ٹال دی"۔سحرش کو جیسے یاد آیا ہو۔

"میں کام میں مصروف تھا۔لازم پھر فون آیا ہو گا"۔وہ منہ میں بولے۔"خیر تم بچوں کو تیار کرو باہر چلتے ہیں"۔ندیم صاحب واش روم چلے گئے۔اور سحرش بچوں کو تیار کرنے لگی۔

☆......☆......☆

یونیورسٹی میں ہر کوئی مصروف تھا۔سب اپنی دوڑ میں لگے تھے۔ایک بار خیال آیا اچھا ہوتا بھائی کو ساتھ لے آتی۔کم ازکم میری کچھ مدد ہو جاتی۔وہ تنہا تو نہیں تھی پھر بھی ایسے محسوس ہوا جیسے سخت دھوپ میں سائے کی تلاش میں ہو۔

اللہ نے انسان کو بنایا ہی ایسا ہے کہ ہر حال میں صورت حال کے مطابق اپنے آپ کو ڈھال لیتا ہے۔صرف اس ذات پر بھروسہ کر کے آگے بڑھتے جاؤ۔وہ اپنے بندوں کو کبھی مایوس نہیں کرتا، یہ انسان ہی ہے جو ناشکری کرتا ہے۔

ثناء اپنی کلاس میں پہنچی تو کچھ بچوں نے اسے ایسے دیکھا جیسے کسی دوسرے سیارہ سے آئی ہو۔وہ ایک بنچ پر

بیٹھ گئی۔

" لگتا ہے خاص داخلہ ہوا ہے "۔ پیچھے سے ایک لڑکے کی آواز آئی۔

" مطلب "۔ دوسرے لڑکے نے سوال کیا۔

" یار وہ ہر جگہ ہوتا ہے۔ کوٹا سسٹم معذور افراد کے لیے۔ مجھے نہیں معلوم تھا، کہ ہماری یونیورسٹی میں بھی آفر ہے۔ ہاہاہا "۔ دونوں نے ایک دوسرے کے ہاتھ پر ہاتھ مارا۔ لازم وہ الفاظ ثناء کے لیے تھے۔

ثناء نے اپنا بیگ مضبوطی سے پکڑ لیا۔ جیسے کوئی چھین کر بھاگ جائے گا۔ تھوڑی دیر بعد ایک سر آئے اور کلاس شروع ہو گئی۔

☆......☆......☆

" آخر کب تک تم اس کے لیے اداس ہوتے رہو گے "۔ ایک عورت جو موبائل پر مصروف تھی بولی۔

" مجھ سے غلطی ہو گئی۔ قیامت کے روز کیا منہ دکھاؤں گا۔ اپنے ماں باپ کو۔ ایک ذمہ داری نہیں سنبھال سکا "۔ اس شخص نے صوفے کے ساتھ سر رکھ کر اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ جیسے تکلیف میں ہو۔

" وہ تو مزے سے اپنی زندگی جی رہا ہے۔ اور آپ یوں ہی اس کے لیے اپنے آپ کو قصوروار سمجھ رہیں ہیں۔ اس کی انا بھی تو بہت ہے "۔ وہ طنز کرنے سے باز نہ آئی۔

" نہ جانے وہ کون سی چیز ہے۔ جس سے تمھارا موڈ ٹھیک رہے۔ اور تم اچھا بولو "۔ وہ یہ کہہ کر اپنے بچوں کے کمرے میں چلا گیا۔

" میں اپنی بے عزتی کا بدلہ لے کر رہتی ہوں۔ اچھا ہوا اس کے ساتھ "۔ وہ دوبارہ دل میں مسکرائی۔

☆......☆......☆

" صاحب اگر اس بار میرے اچھے نمبر آئے۔ تو مجھے کیا ملے گا "۔ حیدر خان سٹڈی روم میں ندیم صاحب کے پاس بیٹھا تھا۔ اس نے خوش ہو کر سوال کیا۔

" تمھاری شادی "۔ جواب بالکل صاف تھا۔ پر نظریں فائل پر موجود تھیں۔

" کیا شادی "۔ اس نے اپنے سر پر ہاتھ پھیرا۔ " اس کا مطلب بہت جلد میرے خوابوں کی پری آ جائے

گی"۔وہ چھت کی طرف دیکھنے لگا۔ندیم صاحب نے ایک نظر اس پر ڈالی۔پھر فائل کو دیکھنے لگے۔

" کیوں نظر میں ہے تو بتاؤ۔ابھی چلتے ہیں"۔

"اپنی اتنی قسمت کہاں۔کون اس نوکر سے شادی کرے گا۔ویسے میں اپنی بیگم کو بہت خوش رکھوں گا"۔حیدر خان نے دونوں ہاتھ ہوا میں بلند کر کے انگڑائی لی۔

"نوکر پھر وہی بات۔کیا پھر امریکہ سے فون آیا تھا۔ایک بار تمھاری بھابھی سے بات ہو جائے۔حساب پورا کروں گا"۔فائل میز پر رکھی اور اس کی طرف متوجہ ہوئے۔

"سر نوکر کا لیبل ہمیشہ میرے ساتھ رہے گا"۔وہ کچھ اداس ہوا۔حالانکہ وہ ہمیشہ خوش رہتا تھا۔

"میں نے سب سے بڑی غلطی کی تم کو امریکہ بھیج کر۔تم بس اپنی پڑھائی پر دھیان دو"۔دروازہ کھلا اور ندیم صاحب کے دونوں بچے آ گئے۔

حیدر اپنے کمرے میں آ گیا۔لیپ ٹاپ آن کیا۔اور assignment بنانے لگا۔

" آج کس خوش نصیب کا نام میرے ساتھ جوڑا ہے۔ثناء اکمل واہ جی یہ کون ہے؟۔اب کام تو اس کے ساتھ ہی کرنا ہے۔کیا فرق پڑتا ہے "۔کام سے فارغ ہونے کے بعد چھت پر چلا گیا۔

موسم بہت پیارا ہو رہا تھا۔دور کہیں کسی کے گھر شادی ہو رہی تھی۔ڈھول کی آواز پر رقص ہو رہا تھا۔ساتھ آتش بازی بھی ہو رہی تھی۔"معلوم نہیں لو میرج ہے یا ارینج"۔نا جانے یہ خیال اس کے ذہن میں کیوں آیا۔

"میری ہونے والی بیگم اس وقت کیا کر رہی ہو گی"۔ایک اور سوال اس کے ذہن میں آیا۔اور پھر خود مسکرانے لگا۔

☆......☆......☆

زندگی کے اگر سارے فیصلے اللہ کے سپرد کر دیں تو انسان خوش رہتا ہے۔کچھ لوگوں کا کہنا ہے۔کہ مکمل جہاں کسی کو نہیں ملتا۔پر میرا کہنا ہے جو اپنی قسمت سے خوش ہے۔اور ہر چیز میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہے۔اسے مکمل جہاں مل جاتا ہے۔

آج پہلے دن یونیورسٹی سے آنے کے بعد ثناء کافی دیر اپنے کمرے میں بند رہی۔شیشے کے سامنے کھڑے ہو

کر اپنے آپ کو دیکھتی رہی۔آنکھوں پر چشمہ تھا۔دانتوں پر braces تھے۔تا کہ دانت ایک ترتیب میں ہو جائیں۔وہ سیدھے ٹانگ سے مفلوج تھی۔اور اسے بیساکھی کا سہارا لینا پڑتا تھا۔دروازے پر دستک ہوئی۔آنٹی بتول داخل ہوئیں۔

" آو ثناء کھانا کھا لو۔ابّو بھی تمھارا انتظار کر رہے ہیں"۔وہ واش روم میں گھس گئی۔جب کچن میں آئی تو سب ادھر موجود تھے۔وہ بھی نانی کے ساتھ بیٹھ گئی۔

" واہ امی آج تو سب ثناء کی پسند کا بنایا ہے"۔شفیق مٹر والے چاول اور اچاری چکن دیکھ کر بولا۔

" ثناء کیسا تھا آج کا دن۔سب ٹھیک تھا؟"۔انکل اکمل نے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

" جی ابو سب اچھا تھا۔آج سے پڑھائی بھی شروع ہوگئی ہے"۔وہ کھانا کھاتے ہوئے بولی۔

" لگتا ہے بہت تھک گئی ہو۔کھانا کھا کر آرام کرلو"۔آنٹی بتول بولیں۔

انکل اکمل کے چار بیٹے اور ایک بیٹی ہے۔سب سے بڑا بیٹا ترکی میں اپنی فیملی کے ساتھ رہتا تھا۔اس سے چھوٹے دونوں بھی شادی شدہ تھے۔گھر میں ہونے والی لڑائیوں کی وجہ سے وہ الگ رہتے تھے۔شفیق سب سے چھوٹا ہے۔اور اس کا رشتہ پکا کر دیا تھا۔ثناء کی معذوری کی وجہ سے کوئی اسکا رشتہ نہیں لیتا تھا۔

انکل اکمل ثناء کو پڑھانا چاہتے تھے۔تا کہ وہ کسی پر بوجھ نہ بنے۔وہ نیٹ سے ترکی زبان بھی سیکھ رہی تھی۔بڑے بھائی اور بھابھی سے اس کا بہت پیار تھا۔

" مجھے لگتا ہے کہ تم اس کو پسند کرتے ہو۔کیا یہ سچ ہے"۔وہ جوس کا گلاس پکڑے اس کے سامنے کھڑا تھا۔

گھنگریالے بال، بڑی بڑی آنکھیں جن میں ہر وقت چمک رہتی۔ہلکی سے۔ڈارھی اور ہاتھ میں ہر وقت چابی ہوتی۔حیدر خان شروع ہی سے ایسا تھا اپنی دنیا میں رہنے والا مست انسان۔

" میں کچھ کہہ نہیں سکتا، اگر اس نے انکار کر دیا۔ہائے میرے چھوٹے سے دل کا کیا بنے گا؟"۔حیدر زمین پر لیٹ گیا۔دونوں اس وقت گھر پر تھے۔اور اس کو مشورے دینے والا سحرش کا بھائی تھا۔وہ ابھی پیرس سے آیا تھا۔

" حیدر خان یاد رکھنا۔اگر گیم کھیلنے سے پہلے ہی ہار مان لو گے۔تو کبھی نہیں جیت پاؤ گے۔رسک تو لینا پڑئے

گا"۔کریم کرسی پکڑ کر اس کے پاس بیٹھ گیا۔

"ابھی تو پڑھ رہا ہوں۔پہلے بزنس سیٹ کر لوں۔پھر دیکھوں گا"۔حیدر خان چابی سے کھیلنے لگا۔

"یار ایسے کاموں میں دیر نہیں کرتے۔میں آج ندیم خان سے بات کرتا ہوں۔اور آپی سے بھی۔یہ اس وقت دنیا کا سب سے اہم مسئلہ ہے"۔کریم بہت سنجیدہ نظر آ رہا تھا۔

"نہیں یار پہلے میں تعلیم مکمل کر لوں۔تم اپنا منہ بند رکھنا"۔اس نے کریم کو منع کر دیا۔

کریم کہاں باز آنے والا تھا۔اس نے سب کچھ اپنی بہن سحرش کو بتا دیا۔اور اس نے اپنے شوہر ندیم خان کو۔ان دونوں نے اسی وقت پوری تیاری کر لی۔اور رشتہ لینے لڑکی کے گھر پہنچ گئے۔

☆......☆......☆

زندگی میں جب جو لکھا ہوتا ہے ہو کر رہتا ہے۔ندیم صاحب اور سحرش حیدر خان کا رشتہ لینے چلے گئے۔ندیم صاحب کسی بھی حال میں یہ رشتہ کرنا چاہتے تھے۔

"تمھارے لیے رشتہ آیا ہے۔تم نے کبھی بتایا نہیں کہ تمھاری کسی لڑکے سے دوستی ہے"۔شفیق بھائی اس کے پاس آ کر بیٹھ گئے۔ثناء جو اپنے کپڑے ٹھیک کر رہی تھی۔حیران ہو کر اپنے بھائی کو دیکھنے لگی۔

"آپ میرے ساتھ روز آتے جاتے ہیں۔کیا آپ کو کبھی لگا کہ میری کسی لڑکے سے دوستی ہے"۔ثناء حیران ہو کر بھائی کو دیکھنے لگی۔

"خیر تم تیار ہو جاؤ۔وہ باہر تمھارا انتظار کر رہے ہیں"۔وہ اسے پیغام دے کر چلا گیا۔ثناء نے کپڑے بدلے اور تیار ہوئی۔دماغ میں ایک ہی بات آ رہی تھی۔آخر کون ہے جس نے میرے لیے رشتہ بھیجا ہے۔

آنٹی بتول کے چہرے سے مسکراہٹ نہیں جا رہی تھی۔وہ اس کو لے کر باہر آئیں۔ثناء کو انکے پاس بیٹھا دیا۔

"بچہ یہ تحفہ ہماری طرف سے"۔سحرش خان نے اسے ایک سونے کا لاکٹ دیا۔ندیم صاحب نے اسے کچھ پیسے دے دیے۔اور بولے

"ہم کو یہ رشتہ منظور ہے۔حیدر خان بالکل میرے چھوٹے بھائیوں جیسا ہے"۔ثناء حیران رہ گئی حیدر خان

کا نام سن کر۔" آپ بس تاریخ پکی کر دیں"۔

"وہ سب تو ٹھیک ہے پر اتنی جلدی"۔انکل اکمل کچھ گھبرا گئے۔

"حیدر خان میرے چھوٹے بھائیوں جیسا ہے۔وہ بچپن سے میرے ساتھ رہ رہا ہے۔میرے پاس کام کرتا ہے۔آپ کی بیٹی کو کوئی تکلیف نہیں ہوگی"۔ندیم صاحب نے ان کی گھبراہٹ کو دور کیا۔

ثناء اپنے کمرے میں آ گئی۔"وہ میرے پاس کام کرتا ہے۔مطلب کیا اس بات کا"۔یہ بات اس کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔

وہ لوگ چلے گئے۔رات کو انکل اکمل اور آنٹی بتول اس کے کمرے میں آئے۔دونوں بے حد خوش لگ رہے تھے۔ثناء کو اپنے پاس بیٹھایا۔

"ثناء آج میں بہت خوش ہوں۔اللہ نے ہماری سن لی۔وہ لوگ بہت اچھے ہیں۔ان کا اس شہر میں بہت بڑا کاروبار ہے۔تم کیا کہتی ہو"۔انکل اکمل نے اسکے سر پر اپنا ہاتھ رکھا۔

"وہ لوگ جلد سے جلد شادی کرنا چاہتے ہیں۔ویسے بھی ہم دونوں شفیق کی شادی کے بعد تر کی جا رہے رہیں ہیں۔تم اچھے سے جانتی ہو۔کہ تمھاری دونوں بھابھی بات بات پر لڑ کر یہاں آ کر بیٹھ جاتیں ہیں۔مجھ سے اور برداشت نہیں ہوتا"۔امی بھی اسے پیار کرنے لگیں۔

"بابا ایک بات پوچھوں"۔ثناء ہمت کر کے بولی۔جانتی تھی کہ اس کے امّی ابّو کسی صورت رشتے سے انکار نہیں کریں گے۔

"جی بچہ پوچھو"۔

"وہ۔۔۔وہ۔۔کرتا کیا ہے"۔

"بیٹا ان ہی کے پاس کام کرتا ہے۔اچھا کما بھی لیتا ہے۔بس کل جا کر ہم مل لیں گے" انکل اکمل بولے۔

"کیسا کام کرتا ہے"۔وہ دوبارہ بولی۔

"ان کا ورکر ہے۔ندیم صاحب کے لیے کام کرتا ہے"۔آنٹی بتول نے فوراوضاحت کی۔

"ثناء تمھارے ساتھ تو پڑھتا ہے۔تم کو معلوم ہی ہوگا کہ وہ کیسا ہے۔تم پھر بھی سوچ لو"۔

وہ دونوں اپنے کمرے میں آ گئے۔

ثناء خاموش ہوگئی۔انکار کرنے کی کوئی وجہ نہ تھی۔والدین بھی اتنے خوش تھے۔وہ اپنے بیڈ پر آ کر لیٹ گئی۔

"حیدر خان۔تو وہ ایک نوکر ہے"۔کافی دیر چھت کو گھورتی رہی۔کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔یہ پہلی بار تھا جب سامنے سے اس کے لیے کوئی رشتہ آیا تھا۔

"اگر اللہ کی یہی مرضی ہے۔تو ٹھیک ہے۔کل ایک بار اس حیدر کے بچے سے تو ملوں۔پر وہ ایک نوکر ہے"۔دل نہیں مان رہا تھا۔"میں خود کون سی شہزادی ہوں۔ مجھ جیسی لڑکی کہ لیے یہی بہت بڑی بات ہے"۔آنسو نکل آئے۔اپنے والدین کو زیادہ تکلیف نہیں دینا چاہتی تھی۔اس لیے خاموش رہنا ہی بہتر سمجھا۔

☆......☆......☆

"کیا آپ میرا رشتہ پکا کر آئیں ہیں"۔حیدر خان ندیم صاحب کے دفتر میں پہنچ گیا۔اور دونوں ہاتھ میز پر رکھ کر ان کے سامنے کھڑا ہو گیا۔

"ہاں مبارک ہو،نیکی کے کام میں دیر کیسی"۔وہ مسکرائے اور کرسی کے ساتھ ٹیک لگا دی۔

"آپ نے ٹھیک نہیں کیا۔وہ کیا سوچے گی میرے بارے میں۔۔ایک دو بار اس کے ساتھ assignment کیا بنا لی"۔آج پہلی بار حیدر خان غصے میں تھا۔

"مجھے تم پر بھروسہ ہے۔اور تمھاری پسند پر بھی۔شکر ہے کہ مجھے کریم نے بتا دیا ورنہ۔۔۔"۔

"یہ کریم کو تو میں نہیں چھوڑوں گا۔کوئی بات نہیں رہتی اس کے دماغ میں۔ویسے آپ نے کیا بولا ہے میرے بارے میں"۔

"حیدر بیٹھ جاؤ۔لو پانی پیو"۔ندیم صاحب کے کہنے پر وہ کرسی زور سے کھینچ کر اس پر بیٹھ گیا۔

"آپ نے وہاں کیا بولا ہے"۔

"وہی جو سچ ہے۔کہ تم میرے پاس کام کرتے ہو"۔ندیم صاحب نے سچ بولا۔

"آپ کو ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔میں پہلے اپنے پیروں پر کھڑا ہونا چاہتا تھا۔پھر اس بارے میں کوئی قدم اٹھاتا"۔حیدر کی آواز بہت کمزور لگ رہی تھی۔

"تمھارے پاس کسی چیز کی کمی نہیں۔اللہ سب بہتر کرئے گا۔وہ اپنا رزق اور قسمت ساتھ لائے گی۔مجھے وہ پسند آئی ہے۔" ندیم صاحب نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

حیدر خان مزید بحث نہیں کرنا چاہتا تھا۔وہ دفتر سے باہر نکل آیا۔"میں خوش ہوں یا دکھی سمجھ میں نہیں آ رہا۔وہ میرے بارے میں کیا سوچ رہی ہوگی"۔

وہ پیدل چلنا شروع ہوگیا۔شام کا وقت تھا۔نومبر کی شروعات تھی۔سموگ پڑ رہی تھی۔جینس اور ٹی شرٹ پہنی ہوئی تھی۔اسے اب ٹھنڈ لگنے لگی۔لاہور کچھ سالوں میں بہت بدل گیا تھا۔دھند نے جینا مشکل کر دیا تھا۔آنکھوں میں جلن شروع ہوگئی۔لیکن حیدر خان کو پیدل چلنے میں مزہ آرہا تھا۔۔پر کہیں وہ دل میں خوش بھی تھا۔

☆......☆......☆

"جلدی کرو یہ والی شرٹ پہنو۔وہ آتے ہی ہوں گے"۔کریم الماری سے حیدر خان کی تمام کپڑے نکال کر ان کا جائزہ لے رہا تھا۔

"تمھارے پاس کوئی بھی ڈھنگ کے کپڑے نہیں۔کتنی عجیب پسند ہے تمھاری"۔مریم نے رائے دی۔

دونوں بہن بھائی کافی دیر سے حیدر کے کمرے میں موجود تھے۔اور اس کو تیار کر رہے تھے۔وہ تینوں ہم عمر تھے۔اس لیے تینوں کی بہت دوستی تھی۔سحرش کی فیملی پیرس میں رہتی تھی۔کاروبار کی وجہ سے کریم پاکستان آیا تھا تو مریم بھی ساتھ آگئی۔یہ ندیم خان کا اچھا رویہ تھا کہ ان کا بھی حیدر خان سے بہت اچھا سلوک تھا۔

"مجھے لڑکوں کے فیشن کے بارے میں معلوم ہے۔تم خاموش رہو"۔مریم بولی اور ایک شرٹ حیدر کو دی۔وہ کھڑا دونوں کی شکل دیکھ رہا تھا۔

"حیدر تم میری پسند کے کپڑے پہنو گے۔تاکہ ایک ہیرو لگو۔اور تم کو وہ دیکھ کر فوراہاں کہہ دیں"۔کریم فورا اپنے نئے کپڑے اپنے کمرے سے لے کر آیا۔اور حیدر کو دیے۔

"تم دونوں باز آؤ۔میں اپنی پسند کے کپڑے پہنوں گا۔میرا سر مت کھاؤ۔پہلے ہی نروس ہو رہا ہوں"۔حیدر خان بیڈ پر بیٹھ کر دونوں ہاتھ مسلنے لگا۔

"تم اور نروس۔ہاہاہاہا۔یہ حیدر خان کہہ رہا ہے"۔کریم نے اس کا مذاق اڑایا۔

"یہ لو یہ شرٹ اور جینز۔تم پر یہ سوٹ کرے گا۔ساتھ میں یہ کوٹ بھی پہن لینا"۔مریم نے اسکے کپڑے فائنل کیے۔

"یہ کپڑے اور اوپر سے کوٹ"۔حیدر ایک دم کھڑا ہو گیا۔مریم اور کریم نے اسے گھور کر دیکھا۔اس نے کپڑے لیے اور چپ چاپ واش روم گھس گیا۔تب تک مریم نے اس کا کمرہ ٹھیک کیا۔

سب ڈرائنگ روم میں موجود تھے۔انکل اکمل، آنٹی بتول اور شفیق بھائی آئے تھے۔گھر تو ان کا بہت بڑا تھا۔ندیم صاحب اور سحرش نے مہمان نوازی میں کوئی کمی نہیں چھوڑی تھی۔

"ہم تم پہلے ہی رشتے کے لیے ہاں کر آئے ہیں"۔ندیم صاحب نے چائے کا کپ اکمل انکل کو دیا۔

"ہم کو تیاری کا وقت چاہیے تھا"۔شفیق نے اپنی رائے دی۔

"حیدر خان کو سادگی پسند ہے۔اس نے فیصلہ کیا ہے کہ شادی سادہ طریقے سے ہو"۔سحرش نے آنٹی بتول کو بتایا۔

اتنے میں حیدر خان اندر داخل ہوا۔اور سب سے ملا۔اور چپ چاپ صوفے پر بیٹھ گیا۔شفیق لگاتار اس کو گھورتا رہا۔کھانا کھانے کے بعد انہوں نے شادی کی تاریخ بھی رکھ دی۔زندگی ثناء پر اتنی مہربان ہو گی۔انہوں نے سوچا تھا۔

☆......☆......☆

آج وہ پہلے ہی یونیورسٹی پہنچ گئی تھی۔اور بے صبری سے حیدر خان کا انتظار کرنے لگی۔ابھی سر نے لیکچر شروع کیا تھا تو کہ وہ کلاس میں داخل ہوا۔ثناء کی نظریں اس پر جم گئیں۔شکر شکر کر لیکچر ختم ہوا۔جیسے سر باہر گئے۔

ثناء حیدر خان کے پاس پہنچ گئی۔

"کیا حال ہے۔امید ہے اچھے ہو نگے"۔ثناء اس کے پاس بینچ پر بیٹھ گئی۔

"اللہ کا شکر ہے۔آپ سناؤ"۔حیدر چابی سے کھیلنے لگا۔

"تم کو معلوم ہے، کہ تمھاری وجہ سے مجھے کتنی شرمندگی ہوئی ہے"۔

"ایسا کیوں"۔حیدر خان نے اب چابی منہ میں ڈال لی۔

"پہلی بات تو یہ کہ چابی منہ سے نکالو۔گھر میں سب کو یہی لگ رہا ہے کہ تمھارا اور میرا چکر چل رہا ہے۔اس لیے رشتہ آیا ہے"۔ثناء نے یہ بات آہستہ آواز میں کی۔

"پر ایسا تو کچھ نہیں۔اللہ گواہ ہے"۔

"پر مجھ جیسی کے لیے رشتہ آنا مطلب۔۔۔۔"۔

"مس ثناء آپ میں کوئی کمی نہیں۔میرے نزدیک کمی ان میں ہوتی ہے۔جو دوسروں کو تکلیف دیتے ہیں۔یا دوسروں پر ظلم کرتے ہیں"۔حیدر خان بہت سنجیدہ تھا۔

ثناء اس کی بات سن کر خاموش ہوگئی۔سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا بولے۔حیدر خان کی بات نے اسے خاموش کر دیا۔وہ اٹھ کر چلا گیا۔ثناء بھی لائبریری چلے گئی۔

☆......☆......☆

گھر شادی کے گانوں سے گونج رہا تھا۔ثناء نے سبز رنگ کا لہنگا پہنا ہوا تھا۔سر کو اچھے سے کور کیا ہوا تھا۔حیدر خان پردے کے معاملے میں بہت سخت تھا۔

ثناء اپنے کمرے میں بیٹھی تھی۔اس نے اپنے دانتوں سے اپنی تار اتار کر بیگ میں ڈال دی۔عینک اس نے نہیں اتاری تھی۔دل بہت گھبرا رہا تھا۔

"کیا کسی کو یاد کر رہی ہو"۔ثناء نے دروازے کی طرف دیکھا۔اس کی خوشی کی انتہا نہیں رہی تھی۔سب سے بڑے بھائی اجمل تھے۔

"بھائی آپ۔آپ کب آئے"۔وہ اٹھ کر ان سے گلے ملی۔انہوں نے ابھی اسے پیار کیا۔وہ رونا شروع ہوگئی۔تھوڑی دیر بعد بھابھی بھی آگئیں۔ثناء بہت بہتر ہوگئی۔

بارات آگئی۔بہت کم لوگ تھے۔ثناء کو لا کر باہر بیٹھایا۔حیدر خان کسی شہزادے سے کم نہیں لگ رہا تھا۔بہت سے لوگوں کو ثناء کی قسمت پر رشک ہونے لگا۔کہ ایک معذور لڑکی کو اتنا اچھا رشتہ کیسے مل گیا۔

شادی کی چند رسمیں کیں گیں۔اور پھر رخصتی کر دی گئی۔

☆......☆......☆

ندیم صاحب اور سحرش نے بڑے پیار سے ثناء کا استقبال کیا۔ثناء کو اسکے کمرے میں لا کر بیٹھایا۔کمرہ بہت خوبصورتی سے سجایا تھا۔ثناء نے اپنے اوپر سے بڑی سی چادر اتاری۔بال کھلے چھوڑ دیے۔اور بیڈ پر لیٹ گئی۔

حیدر خان کمرے میں داخل ہوا۔ایک پل کے لیے وہ رک گیا۔وہ اسے دیکھتا رہ گیا۔ثناء فوراً سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔

"وہ میں۔۔ذرا تھک۔۔گئی تھی"۔ثناء نے وضاحت دی۔

"تم ثناء ہی ہو نہ۔میرا مطلب ثناء اکمل"۔وہ شاکڈ ہو گیا۔موم بتی کی روشنی میں وہ حد سے زیادہ حسین لگ رہی تھی۔لمبے کالے سیاہ بال۔ہمیشہ اس کو دوسرے روپ میں دیکھا تھا پر آج۔

"کیا مطلب کس سے شادی کی ہے"۔ثناء اب بیڈ کے پاس کھڑی تھی۔

"وہ تم بہت خوبصورت ہو"۔وہ صرف یہ کہہ سکا۔ثناء صوفے پر بیٹھ گئی۔

"مجھے بھوک لگ رہی ہے۔کیا کچھ کھانے کے لیے مل سکتا ہے"۔

"ہاں کیوں نہیں۔اب تم کو بھوکا تو نہیں رکھنا"۔حیدر خان کمرے سے چلا گیا۔ثناء کمرے کا جائزہ لینے لگی۔کمرہ بہت بڑا تھا۔نئی طرز کا بنا ہوا تھا۔ہر چیز موجود تھی۔حیدر خان داخل ہوا۔ساتھ میں کھانا لایا۔

"میں لگا دیتی ہوں"۔

"نہیں میں کرتا ہوں۔بعد میں تم کو ہی کرنا ہے"۔حیدر نے کھانا لگایا۔دونوں کھانا کھانے لگے۔

"آپ یہاں کام کرتے ہیں۔کیا کام کرتے ہیں"۔ثناء نے چاول منہ میں ڈالے۔

"میں ندیم خان صاحب کے لیے کام کرتا ہوں۔مطلب ان کا ہر کام کرتا ہوں"۔حیدر خان نے سچ بتایا۔

"مطلب آپ ان کے پرسنل سیکرٹری ہیں"۔

"ہاں کہہ سکتی ہو۔یا یوں کہہ لو کہ ان کا نوکر ہوں"۔

"تم ایک نوکر ہو"۔ثناء تصدیق کرنا چاہتی تھی۔حیدر خان نے اسے غور سے دیکھا۔وہ اس وقت بالکل مختلف لگ رہی تھی۔

"میں نے اپنی حقیقت پہلے ہی بتائی تھی"۔وہ معصومیت سے بولا۔ثناء چپ چاپ کھانا کھانے لگی۔حیدر

خان الماری سے ایک گفٹ لایا۔

"یہ آپ کے لیے ہے"۔ثناء نے اسے پکڑا اور اسے کھولا۔ایک ڈائمنڈ سیٹ تھا۔

"یہ میری کمائی کا ہے"۔

"خوبصورت ہے۔لگتا ہے اچھا کما لیتے ہیں"۔ثناء نے سوٹ کیس سے اپنے کپڑے نکالے۔اور واش روم چلے گئی۔حیدر خان اسے دیکھتا رہ گیا۔

جب صبح ثناء کی آنکھ کھلی،تو گھر سے شور کی آوازیں آ رہی تھیں۔وہ واش روم گئی۔اور تیار ہوئی۔تھوڑی دیر بعد مریم آئی۔

"میں مریم خان ہوں۔سحرش کی بہن"۔اور سیدھی صوفے پر بیٹھ گئی۔

"ہاں حیدر نے بتایا تھا"۔وہ بھی پاس بیٹھ گئی۔

"یار تم تو بہت پیاری ہو۔حیدر خان نے جو تمھاری تصویر دیکھائی تھی اس سے بہت پیاری ہو"۔مریم اس کی تعریف کیے بغیر نہ رہ پائی۔

"ایک منٹ"۔ثناء اپنا بیگ لائی۔اور اس میں سے اپنی عینک اور braces نکال کر لگائے۔

"میں ایسی ہوں"۔

"اگر تم پیرس میں ہوتی۔تو وہاں کی خوبصورت ترین ماڈل ہوتی"۔مریم اس کے بالوں کو دیکھ رہی تھی۔ثناء ہنس پڑی۔

"یہ باہر اتنا شور کیوں ہے۔کیا ہوا؟"۔

"وہ باہر حیدر خان کے بھائی اور بھابھی امریکہ سے آئے ہیں"۔مریم نے اسے بتایا،تو ثناء حیران رہ گئی۔اس سے پہلے کچھ کہتی زور سے دروازہ کھولا اور ایک عورت اندر داخل ہوئی۔ثناء اپنی بیساکھی کا سہارا لے کر کھڑی ہوئی۔

"اچھا تو وہ تم ہو"۔لہجہ بہت طنز والا تھا۔"لازم تم نے ہی اسے اپنی دکھ بھری کہانی سنا کر پھنسا لیا ہوگا۔اور اسے تو ہمدری کرنے کا بہت شوق ہے"۔

" آپ کیسی باتیں کر رہی ہیں"۔مریم نے انہیں روکا۔

" یہ ہمارے خاندان کی بات ہے۔تم جاؤ یہاں سے "۔اب ان کی توپ کا رخ مریم کی طرف تھا۔

" پر یہ ہمارا گھر ہے۔میں ابھی جا کر حیدر خان کو بتاتی ہوں"۔مریم وہاں سے چلے گئے۔ثناء کی سمجھ سے ہر چیز باہر تھی۔اب وہ غور سے ثناء کا اوپر سے نیچے تک جائزہ لینے لگیں۔ثناء کو بہت شرمندگی ہوئی۔

"اس نے۔۔۔خود۔۔۔رشتہ بھیجا۔۔تھا"۔ثناء ہمت کر کے بولی۔

" ہاہاہاہا۔کیا خوب کہی۔تم کو لگتا ہے کہ تم میں کوئی خوبی ہے۔ذرا خود سوچ کر بتاؤ۔لازم اس نے مجھ سے بدلہ لینے کے لیے تم جیسی سے شادی کی ہے۔اور تم کو لگا کہ محبت ہاہاہاہا۔کسی خوش فہمی میں مت رہنا"۔وہ شیطانوں کی طرح ہنسی۔

" آپ یہاں کیا کر رہی ہیں۔اچانک حیدر خان اندر داخل ہوا۔دونوں نے مڑ کر اسے دیکھا۔

" کچھ نہیں تمھاری بیگم سے مل رہی تھی۔ویسے تم کو یہی ملی تھی۔ادھی عجیب سی "۔اس نے دوبارہ طنز کیا۔

" آپ یہاں سے چلی جائیں۔ورنہ۔۔۔"۔حیدر خان بہت غصے سے بولا۔ثناء ایک بار ڈر گئی۔

" جا رہی ہوں۔مجھے کوئی شوق نہیں،کہ میں کسی نوکر کے کمرے میں رکوں"۔وہ ایسے واپس گئی جیسے کوئی ملکہ ہو۔

حیدر خان نے ثناء کو دیکھا،اور نظریں جھکا لیں۔وہ بھی باہر چلا گیا۔وہ ادھر بیٹھ گئی۔"تو حیدر کے بھائی اور بھابھی بھی ہیں"۔

☆......☆......☆

حیدر خان صوفے پر بیٹھا تھا۔ساتھ میں اس کا بڑا بھائی بیٹھا تھا۔

" مجھے خوشی ہوتی اگر تم مجھے اپنی خوشی میں شریک کرتے۔تم پرانی باتیں بھول کیوں نہیں جاتے "۔صدیق بھائی بڑے پیار سے بولے۔

" مجھے لگا آپ مصروف ہونگے "۔حیدر خان چابی کے ساتھ لگا تھا۔

" تم ایک بار کہہ کر تو دیکھتے،میرے بھائی"۔لہجہ میں بہت تکلیف تھی۔

"مجھے کچھ کام ہے۔پھر ملاقات ہوگی"۔حیدر وہاں سے چلا گیا۔

"حیدر"۔انہوں نے آواز دی۔اس نے مڑ کر بھی نہیں دیکھا۔اور فوراً وہاں سے نکل گیا۔تھوڑی دیر بعد ندیم صاحب آئے۔

"کیا کوئی بات ہوئی"۔اور صوفے پر بیٹھ گئے۔

"کاش کچھ کہہ دیتا"۔

"تم نے کبھی کوشش ہی نہیں کی"۔ندیم صاحب نے صدیق کو دیکھا۔

"میں نے تو بہت کوشش کی ہے۔پر تم بھی اس کی جان نہیں چھوڑتے۔بس اپنا فائدہ سوچتے ہو"۔صدیق یہ کہہ کر وہاں سے چلا گیا۔

"کاش تم نے کبھی اسے سمجھنے کی کوشش کی ہو"۔ندیم صاحب نے دل میں سوچا۔

☆......☆......☆

دسمبر کا موسم تھا۔سخت ٹھنڈ تھی۔درختوں کے پتے جھڑ چکے تھے۔چڑیاں بھی کہیں غائب ہوگئیں تھیں۔سڑکیں سنسان تھیں۔اس سردی کے موسم میں چائے بہت سکون فراہم کررہی تھی۔

ثناء نے چاکلیٹ کیک بنایا۔اور ساتھ میں سبز چائے بنائی تھی۔حیدر خان کام سے ابھی واپس آیا تھا۔وہ ندیم صاحب کے آفس میں کام کرنے لگا۔حیدر خان سیدھا آکر صوفے پر بیٹھ گیا۔ہیٹر آن کیا اور موبائل پر گیم کھیلنے لگا۔

ثناء نے اسے چاکلیٹ کیک دیا۔

"کیسا لگا آپ کو،میں نے پہلی بار بنایا ہے"۔ثناء نے فخر سے بتایا۔

"مزے کا ہے۔مجھے امید نہیں تھی کہ تم اتنا اچھا کھانا پکا لیتی ہو"۔وہ مزے سے کیک کھانے لگا۔

"آج میں سحرش آپی کے گھر گئی تھی۔ان کا گھر تو بہت خوبصورت ہے۔انہوں نے مجھے اپنے کپڑے اور جیولری دکھائی۔اتنی خوبصورت جیولری خاص پر وہ ہیرے کا سیٹ۔ایک منٹ میں ابھی آئی"۔وہ اٹھ کر گئی اور الماری سے ایک ڈبہ لائی۔

" یہ دیکھو سحرش بھابھی نے مجھے ایک ہیرے کی انگوٹھی دی ہے۔ کتنی پیاری ہے "۔ثناء نے وہ انگوٹھی حیدر خان کو دی۔حیدر نے کیک کی پلیٹ میز پر رکھی۔اور انگوٹھی دیکھنے لگا۔جو بہت قیمتی تھی۔

" کیا تم نے مانگی تھی "۔اس کی نظر ثناء کے چہرے کی طرف تھیں۔

" کیسی باتیں کر رہے ہو۔انہوں نے مجھے گفٹ دیا ہے۔ادھر دیں۔اگر آپ کو نہیں پسند تو میں واپس کر دیتی ہوں "۔ثناء نے وہ انگوٹھی واپس ڈبہ میں ڈالی۔

" نہیں ایسی بات نہیں ویسے پوچھ رہا تھا "۔حیدر خان نے اس کی ناراضگی دور کی۔

"ان کے پاس ڈھیر ساری جیولری ہے۔کچھ انہوں نے مختلف ملکوں سے لیں ہیں۔اور بہت سارے کپڑے بھی بہت مہنگی دوکانوں سے لیے ہیں "۔ثناء ان کی چیزوں کی تعریف کرنے لگی۔

"ہاں ندیم صاحب کو بھی بہت شوق ہے۔اچھی چیزیں خریدنے کا"۔

"اور آپ کو"۔ثناء نے وہ ڈبہ الماری میں رکھا۔

" مجھے تو ایسا کوئی شوق نہیں ہے۔اور نہ ہی میری اتنی حیثیت ہے "۔حیدر خان دوبارہ کیک کھانے لگا۔

"اچھی بات ہے۔ویسے بھی قیامت کے روز ایک ایک چیز کا حساب دینا ہوگا۔سادگی سب سے اچھی ہے۔میں آپ کے لیے چائے لاتی ہوں "۔ثناء کچن میں گھس گئی۔

☆......☆......☆

گاڑی پارکنگ میں رکی۔صدیق خان اپنے بچوں کے ساتھ گھر آیا۔سب کے ہاتھ میں گفٹ تھے۔

"ماماں یہ دیکھیں پاپا نے کتنے اچھے تحفے لے کر دیے ہیں"۔انہوں نے اپنی چیزیں اپنی ماں کو دکھائیں۔وہ اپنے کام مصروف تھی۔تو وہ ساری چیزیں اپنے کمرے میں لے گئے۔

صدیق خان کچن میں گیا۔اور اپنے لیے کافی بنا کر لایا۔اور ہال میں بیٹھ گیا۔بہت تھکا ہوا تھا۔

" آپ جب سے پاکستان سے آئے ہیں۔کچھ زیادہ دکھی رہنے لگے ہیں۔وجہ جان سکتی ہوں"۔صنم بھی پاس آکر بیٹھ گئی۔

" میرا ایک ہی بھائی ہے۔اور وہ بھی مجھ سے ناراض ہے۔"۔اس کا گلا خشک ہو رہا تھا۔

"جو کچھ پاکستان میں ہوا ہے۔اس کے باوجود،اس نے آپ سے ملنا بھی پسند نہیں کیا"۔

"ہاں اس کے باوجود۔۔ایک دن ایسا بھی آئے گا کہ اس کی ناراضگی ختم ہو جائے گی۔میں اس دن کا انتظار کروں گا"۔وہ یہ کہہ کر اٹھ کر چلا گیا۔

"صدیق خان وہ دن میں کبھی نہیں آنے دوں گی"۔صنم نے دل میں ارادہ کیا۔اور ایک نمبر ڈائل کیا۔

☆......☆......☆

شفیق بھائی کی شادی ہوگئی۔انکل اکمل اور آنٹی بتول اپنے بچوں کے پاس ترکی شفٹ ہو گئے۔ان کی دونوں بہوؤں نے بہت لڑائی کی۔کہ اس گھر میں وہ رہیں گی۔انکل اکمل نے جانے سے پہلے وہ گھر بیچ دیا۔اور سب کو برابر میں رقم تقسیم کر دی۔شفیق بھی اپنی بیگم کو لے کر ترکی چلا گیا۔اسے اس بات کی بہت حیرت تھی کہ جائیداد میں ثناء کو حصہ نہیں ملا۔حالانکہ انکل اکمل بہت اصولوں والے انسان تھے۔

☆......☆......☆

"ہماری زندگی کو جیسے پر لگ گئے ہوں۔جو چاہتے ہیں مل جاتا ہے"۔ماریہ نے کباب کھاتے ہوئے بولا

"بالکل ٹھیک کہا۔زندگی ایک بار ملتی ہے۔اس کا مزہ تو لینا چاہیے"۔اسکے شوہر متین نے کہا۔

"مجھے داد دیں۔میں نے اس سیاست دان کی بیوی سے دوستی کی تھی۔اور اس زمین پر قبضہ کر لیا۔مانتے ہیں نہ میری عقل مندی کو"۔وہ شیطانوں کی طرح مسکرائی۔

"بس اسی بات کا تو تمھارا دیوانہ ہوں۔ویسے ایک بات اکثر میرے ذہن میں آتی ہے۔جو مجھے پریشان کرتی ہے"۔متین نے اپنی بیگم کے منہ میں کباب کا ٹکڑا ڈالا۔

متین اور ماریہ کے دو بیٹے ہیں۔دونوں بچوں کو لندن بھیج دیا تھا۔خود ایک کرپٹ سیاست دان کے نیچے کام کرتا تھا۔اور اچھی خاصی جائیداد بھی بنالی تھی۔اس وقت وہ اپنے لاہور کے بنگلہ ہاؤس میں موجود تھے۔جس کی مالیت کروڑوں میں تھی۔

"بہت شکریہ۔کون سی بات تم کو پریشان کرتی ہے"۔ماریہ اسے حیرت سے دیکھ رہی تھی۔

"وہ جو فیکٹری جہاں سے ہم نے شروعات کی تھی۔اور جو اس کے مالک تھے وہ۔۔۔"۔ابھی متین کی

بات مکمل بھی نہ ہوئی کہ

" تم چھوڑ کیوں نہیں دیتے۔ وہ جو بھی تھے مر گئے۔ ہمارا کیا لینا دینا۔ رات گئی بات گئی" ماریہ غصے میں آ گئی۔

" اچھا۔۔ اچھا اپنا موڈ آف مت کرو۔ مجھے اسکے بچے یاد آ گئے "۔ متین نے فوراوضاحت دی۔

" تم بس اپنے بچوں کو یاد کرو۔ وہی ہمارا سب کچھ ہیں۔ اب بھول کے بھی ان کے بارے میں بات نہ کرنا۔ تم کیا چاہتے ہو کہ کسی کو ہماری اصلیت معلوم ہو جائے۔ بھول گئے یہاں تک ہم کیسے پہنچے ہیں"۔ ماریہ نے اس کا منہ بند کروادیا۔

دونوں میاں بیوی آگے کی پلاننگ کرنے لگے۔ وہ اپنے اندر سے خوف خدا ختم کر چکے تھے۔ پر اللہ تو انصاف کر کے چھوڑتا ہے۔

☆......☆......☆

" تم دفعہ ہو جاؤ۔۔۔ اس گھر سے، تم نے میری۔۔۔ زندگی تباہ۔۔ کردی ہے۔ میری سمجھ۔۔۔۔ میں نہیں آ رہا۔۔۔ کیا کروں "۔ حیدر خان بلند آواز سے چیخ رہا تھا۔

" میں۔۔ میں نے کچھ نہیں۔۔۔ کیا "۔ ثناء کی آواز بھر آئی۔

" میری عزت خاک میں ملا دی تم نے۔ کیا ضرورت تھی ایسا کرنے کی۔ کیسے سامنا کروں ندیم صاحب کا۔ کیسے؟؟ "۔ اس نے ثناء کو بیڈ پر دھکا دیا۔

" حیدر میری۔۔۔ بات کا۔۔ یقین کرو " وہ اب رونے لگی۔

" شرم آنی چاہیے۔ اور میں تمھاری بات کا یقین کروں۔ جب کے سب ثبوت سامنے ہیں۔ اللہ میں کیا کروں۔ کہاں جاؤں "۔ اس نے کرسی پر بیٹھ کر اپنا سر پکڑ لیا۔ ثناء ہمت کر کے کھڑی ہوئی۔

" حیدر۔۔۔ میں۔۔۔ میں بے قصور ہوں۔ میں بھلا چو۔۔۔ چو۔۔ چوری کیوں کروں گی "۔ وہ اس کے پاس زمین پر بیٹھ گئی۔

" مجھے اپنی شکل مت دکھاؤ۔ نفرت ہو گئی ہے مجھے تم سے۔ مجھے تم سے گھن آ رہی ہے "۔ وہ اس سے دور ہو

گیا۔ثناء کوایسے لگا جیسے کسی نے اسے پہاڑ سے نیچے پھینک دیا ہو۔

" کسی۔۔نے ہمارے خلاف۔۔سازش کی ہے"۔آنسواب بھی بہہ رہے تھے۔مگر ایک امید رکھ کے بولی۔وہ ایک دم مڑا۔اورزمین پراس کے پاس بیٹھ گیا۔

"تومس ثناء بولیں۔کس نے سازش کی ہے۔اس گھر میں ہم چار بڑے لوگ رہتے ہیں۔اور باقی دو بچے۔توکس نے سازش کی ہے۔مجھے بھی تو علم ہو"۔وہ بیڈ پر پڑا ایک بیگ اس کے سامنے لایا۔"یہ سحرش بھابھی کے زیورخوداڑ کر یہاں آگئے ہیں کیا؟"۔

"پرمیں نے تواس طرف قدم بھی نہیں رکھا"۔اس نے پھر صفائی دی۔

"دوماہ ہوگئے ہیں ہماری شادی کو"۔حیدرخان کرسی پر بیٹھ گیا اورثناء اب بھی زمین پربیٹھی تھی۔"تب سے تمھاری فرمائش ختم ہی نہیں ہورہیں۔۔کپڑے، پرفیوم، جوتے، پرس وغیرہ اورمیک اپ کا سامان اورنہ جانے کیا کیا۔تمھاری شاپنگ ختم ہی نہیں ہوتی۔وہ لگاتار چیخ رہا تھا۔پھرآئے روز برگر، جوس، پیزا اور ہر دوسرے دن باہر سے کھانا کھانا ہے۔تمھاری توجیسے لاٹری نکلی ہو۔اس لیے شادی کی تھی؟۔کس طرح تم رشک کرتی تھی۔سحرش بھابھی کی چیزوں کودیکھ کر"۔

"حیدربکواس بندرکھو۔۔تم مجھ پرکیا الزام لگارہے ہو۔میں نے کچھ نہیں کیا۔بھوکی نہیں ہوں"۔ثناء کا صبر جواب دے گیا۔وہ اپنا سر پکڑ کے بیٹھ گیا۔

"یاں توتم اپنی غلطی تسلیم کرلو۔ورنہ۔۔۔"۔

"ورنہ۔۔۔کیا حیدر"۔

" آج کے بعد۔۔۔مجھے اپنی شکل مت دیکھانا۔دفع ہوجاؤ میری زندگی سے"۔حیدرنے ثناء کی آنکھوں میں دیکھا۔اورفوراً کمرے سے نکل گیا۔

"میں نے چوری نہیں کی"۔وہ زور سے چلائی۔پروہاں کوئی نہ تھا۔کچھ تھا جو ٹوٹ گیا تھا۔وہ زمین پر لیٹ کرروتی رہی۔فرش بہت ٹھنڈا تھا۔پراس کی تکلیف زیادہ تھی۔

"یا اللہ توہی میرا گواہ ہے۔میں نے چوری نہیں کی۔میں کہاں پھنس گئی ہوں۔میں اسے کیسے یقین

دلاؤں"۔روتے روتے ادھر زمین پر سو گئی۔آنسو کی لکیریں اس کے چہرے پر تھیں۔

☆......☆......☆

زندگی کسی کے لیے بھی آسان نہیں۔اپنے حصے کے دکھ تو ہر کسی کو کاٹنے ہیں۔پر جب اپنے دھوکہ دیں۔تو پھر زندگی کسی عذاب سے کم نہیں ہوتی۔اور خاص کر وہ لوگ جن سے آپ کو بہت محبت ہوتی ہے۔

حیدر نے بائیک کو کک ماری۔چوکیدار نے دروازہ کھولا۔اور بائیک باہر نکال لی۔سگریٹ لگایا۔اور پھر بائیک دوڑا دی۔رفتار بہت تیز تھی۔بہت دیر تک سڑکوں پر بے مقصد پھرتا رہا۔دماغ کام نہیں کر رہا تھا۔جو سامنے تھا،اس پر یقین کرتا یا پھر جس سے اس کو اتنی محبت تھی۔

اتنے سالوں سے اس گھر میں رہ رہا ہے۔آج تک تو کوئی چوری نہیں ہوئی۔سحرش بھابھی کا زیور۔۔۔جو ان کے کمرے سے گم ہوئے تو تب کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ چوری ہوئے ہیں۔تلاشی لینے پر معلوم ہوا کہ چور اور۔۔۔۔کوئی نہیں بلکہ میری اپنی بیگم۔۔۔ثناء ہے۔

"میں تم کو کبھی معاف نہیں کروں گا۔مجھے تم سے نفرت ہے"۔حیدر خان نے ایک سنسان جگہ بائیک روکی۔اور بلند آواز سے چلایا۔آس پاس کوئی نہ تھا۔جو اس کی تکلیف کو سنتا۔وہ ادھر ایک پتھر پر بیٹھ گیا۔فجر کی اذان سنائی دی۔اس نے دوبارہ بائیک سٹاٹ کی۔

ایک مسجد پہنچ گیا۔جیب سے رومال نکالا۔وضو کیا،اور مسجد میں نماز ادا کی۔نماز پڑھ کر وہیں بیٹھ گیا۔قرآن شریف پڑھا تو دل کو اور سکون ملا۔جسم سے جیسے بوجھ اترا ہو۔پھر درود شریف کا ورد شروع کر دیا۔مسجد سے نکلا اور گھر کا رخ کیا۔

☆......☆......☆

حیدر خان گھر میں داخل ہوا۔وہ اس واقعہ کے بعد اب تک ندیم صاحب اور سحرش کے سامنے نہیں آیا تھا۔وہ سر جھکا کر اپنے کوارٹر میں آ گیا۔دروازہ کھولا اور اندر داخل ہوا۔یہاں صرف دو کمرے ایک کچن اور واش روم تھا۔ثناء اب تک زمین پر لیٹی تھی۔ایک پل کے لیے حیران ہوا۔بھاگ کر اس کے پاس آیا۔

"ثناء۔۔ثناء۔۔۔اٹھو"۔وہ سردی کی وجہ سے کانپ رہی تھی۔

"ثناء پلیز آنکھیں کھولو" ۔اپنے اوپر اسے غصہ آنے لگا۔"

میں ۔۔نے ۔۔کچھ نہیں کیا" ۔وہ بڑبڑائی ۔حیدر خان رک گیا۔اس نے ثناء کو اٹھا کر پاس صوفے پر لٹایا۔اس کا دل نرم پڑ گیا۔اس پر کمبل دیا۔اور خود دوسرے کمرے میں چلا گیا۔

دوپہر کو ثناء کی آنکھ کھلی ۔بھوک اور ٹھنڈ سے برا حال ہو رہا تھا۔ہمت کر کے اٹھی ۔اپنی بیساکھی پکڑی ۔کچن کا رخ کیا۔دودھ گرم کر کے پیا۔ساتھ میں رات کے چاول کھائے۔دماغ اب بھی گھوم رہا تھا۔اچانک حیدر خان کے الفاظ کان میں گونجے۔"تم نے چوری کی ہے۔۔۔۔ہر وقت فرمائش کرتی رہتی ہو۔۔۔۔عیش کے لیے شادی کی ہے۔۔۔۔"۔

اس نے کھانا ادھر ہی روک دیا۔بھوک کب کس کی سگی ہوئی ہے۔آنسو پھر سے بہنا شروع ہو گئے۔بڑی ہمت کر کے چند نوالے اور لیے۔اسے یوں لگا جیسے کسی سے چھین کر کھا رہی ہو۔کھانا روک دیا۔تھوڑی دیر بعد حیدر خان اندر داخل ہوا۔اور کرسی کھینچ کر اس پر بیٹھ گیا۔نظریں زمین کی طرف تھیں۔ثناء اسے دیکھنے لگی۔کچھ دیر خاموش رہا۔پھر بولا

"میری سمجھ سے باہر ہے کہ تم نے ایسا کیوں کیا؟۔ثناء اس بار خاموش رہی۔میرا اس دنیا میں اپنا کوئی نہیں سوائے ایک بھائی کے۔خیر وہ اپنی دنیا میں اپنی فیملی کے ساتھ خوش ہے۔جب میری تم سے شادی ہوئی تو میں بہت خوش ہوا۔کہ کوئی تو میرا اپنا ہے پر۔۔۔وہ کچھ دیر خاموش رہا پھر بولا۔میں تم پر۔۔۔اب اور بھروسہ نہیں کر سکتا۔تو بہتر ہے یہاں سے چلی جاؤ"۔وہ یہ کہہ کر وہ اٹھ کر چلا گیا۔ثناء اسے دیکھتی رہی۔

"ہر رشتے میں بھروسہ سب سے اہم ہوتا ہے۔اگر بھروسہ ختم ہو جائے تو۔۔۔باقی کیا رہ جاتا ہے"۔وہ کافی دیر تک بت بنی بیٹھی رہی۔پھر اپنے کمرے میں آئی۔اپنا موبائل اور لیپ ٹاپ نکالا۔اور ترکی کی فلائٹز دیکھنے لگی۔اپنے امّی اور ابّو کو اپنے آنے کا بول دیا۔پر وجہ نہیں بتائی۔جانتی تھی کہ جان کر پریشان ہوں گے۔ابھی یہی بولا میں آ رہی ہوں۔حیدر بعد میں آئے گا۔۔۔

☆......☆......☆

ثناء نے اپنا سامان پیک کر لیا۔زندگی میں یہ دن بھی دیکھنا تھا۔اتنی بے عزتی اتنی ذلت اس نے خواب میں

بھی نہیں سوچا تھا۔ایک نظر کمرے کو دیکھا۔جو تھوڑی دیر پہلے اس کا تھا۔ایک پل میں سب اس سے چھین گیا۔ حیدر خان گھر پر نہیں تھا۔

سوٹ کیس کو باہر لے آئی۔بھوک لگ رہی تھی۔پر وہاں سے پانی پینا بھی اسے اب اپنی بے عزتی لگ رہا تھا۔جیسے وہ باہر نکلی۔مونا نے دیکھ لیا۔بارش ہونے والی تھی۔اور جا کر اپنی ماماں سحرش کو بتا دیا۔وہ اسی وقت باہر آئیں۔

" ثناء رک جاؤ،کہاں جا رہی ہو؟"۔وہ تیزی سے چلتے ہوئے اس کے پاس آ کر کھڑی ہوئیں۔ثناء رک گئی۔پھر بولیں

" کہاں جا رہی ہو۔کیا حیدر خان نے کچھ کہا ہے"۔وہ خاموش تھی۔جینز کے اوپر نیلا کرتا تھا۔اوپر بڑا کالا کوٹ پہنا ہوا تھا،جو اس کے گھٹنوں تک تھا۔سر کو سکاف سے ڈھانپا ہوا تھا۔ایک ہاتھ میں بیساکھی اور دوسرے ہاتھ سے مشکل سے سوٹ کیس لے جا رہی تھی۔ساتھ میں ایک چھوٹا ہینڈ بیگ تھا۔باہر سخت ٹھنڈ تھی۔

" مجھے لیٹ ہو رہا ہے۔گاڑی کروائی تھی آ گئی ہے"۔ثناء جانے لگی۔

"میں تم کو نہیں جانے دوں گی،دیکھو ثناء۔سحرش نے اس کے کندھے پر اپنا ہاتھ رکھا۔اگر تم سے غلطی ہوئی ہے تو معافی مانگ لو۔انسان خطا کا پتلا ہے"۔سحرش ہمدرد بن کے بولی۔

ثناء کو تو جیسے سانپ سونگھ گیا ہو۔آسمان نے اپنا رنگ بدل لیا۔اچانک اندھیرا پھیلنا شروع ہو گیا۔ایک امید کہیں جوڑی تھی وہ بھی ٹوٹ گئی۔اس نے لمبا سانس لیا۔

"میں معذور ہوں۔غریب گھر سے بھی آئی ہوں۔پر بھوکی نہیں ہوں"۔ثناء جلدی سے مڑی اور گیٹ تک پہنچ گئی۔چوکیدار نے اس کا سامان گاڑی میں رکھ دیا۔وہ اس گاڑی میں بیٹھ گئی اور چلے گئی۔سحرش واپس آ گئی۔دل مان نہیں رہا تھا کہ ثناء نے ایسا کچھ کیا ہے۔پر جب کچھ دن پہلے ندیم کی فیملی گھر پر نہیں تھی۔تو زیورات تب چوری ہوئے۔اور ملے بھی اس کے پاس سے۔ثناء وہاں سے ہوٹل چلی گئی۔دو دن رکی۔پھر وہاں سے ترکی روانہ ہوئی۔جانے سے پہلے ایک بار حیدر خان سے ملنا چاہتی تھی۔پر ابھی وقت نہیں آیا تھا۔

☆......☆......☆

"تم مجھے بتا نہیں سکتی تھی۔ایک فون کر دیتی"۔جیسے ہی ندیم آفس سے آئے۔مونا نے بابا کو بتایا کہ ثناء آپی چلیں گئیں ہیں۔ندیم صاحب غصے سے بولے۔سحرش نے انہیں پانی دیا۔وہ پاس والے صوفے پر بیٹھ گئی۔

"میں نے اسے روکنے کی بہت کوشش کی۔پر اس نے نہیں رکنا تھا"۔

"تم نے کہیں اس سے الٹا سیدھا کچھ کہا تو نہیں"۔ندیم صاحب نے گلاس پاس میز پر رکھ دیا۔

"میں بھلا اسے کیوں کچھ کہوں گی۔آپ یہ سوال حیدر خان سے کیوں نہیں کرتے"۔سحرش ناراض ہوئی۔

"کہاں ہے یہ حیدر خان؟اس نے تو مجھے اپنی شکل بھی نہیں دکھائی۔اور ایسا پہلی بار ہوا ہے"۔

"مجھے نہیں معلوم کہاں ہے۔مجھے بھی وہ نظر نہیں آیا"۔سحرش نے میز سے گلاس پکڑا اور کچن میں آگئی۔ندیم صاحب اسے دیکھنے باہر چلے گئے۔

"بی۔بی جی ایک بات بولوں آپ برا مت ماننا"۔ماسی برتن دھوتے ہوئے بولی

"ہاں بولو کیا بات ہے"۔سحرش سالن دیکھنے لگی۔

"وہ جو تھیں نہ ثناء۔وہ مجھے کچھ عجیب سی لگتی تھیں۔آپ کی چیزوں پر بہت نظر رکھتی تھیں۔اس دن جب آپ شادی سے آئیں تھیں۔تو آپ نے اپنے اپنی سونے کی چوڑیاں باہر ٹیبل پر رکھ دیں تھیں۔تو ثناء۔۔۔۔وہ جی وہ پہن کے دیکھ رہی تھی"۔ماسی نے اپنی ایک آنکھ بند کر کے بولی۔سحرش نے اسے غور سے دیکھا۔سمجھ سے باہر تھا کہ کیا کرے۔

"تم برتن دھوؤ۔میں انہیں دیکھتی ہوں"۔وہ کشمکش کا شکار ہوگئی۔باہر نکلی تو ندیم صاحب آگئے۔اور اپنے کمرے میں چلے گئے۔سحرش بھی کمرے میں آئی۔ندیم بیڈ پر لیٹا ہوا تھا۔

"کیا ہوا؟حیدر خان کی کوئی خبر ملی"۔وہ پاس بیٹھ گئی۔

"نہیں"۔

"کیا آپ کے سر میں درد ہو رہا ہے"۔

"ہوں"۔

" آپ کھانا کھالیں۔ پھر دوائی کھالینا۔وہ ان دونوں کا ذاتی مسئلہ ہے "۔

" مجھے بھوک نہیں ہے "۔ندیم صاحب نے جواب دیا۔

" کیوں اس کے پیچھے لگ کر اپنی طبیعت خراب کر رہے ہیں۔ وہ مزے سے چلی گئی۔اور حیدر اس کا کچھ پتہ نہیں ہے "۔سحرش اب پریشان ہوئی۔

" تم مجھے اکیلا چھوڑ دو۔ مجھے حیدر خان کی بہت فکر ہو رہی ہے۔ایسا کرتا ہوں میں ہی یہاں سے چلا جاتا ہوں "۔ندیم بہت غصے سے بولا۔اور وہاں سے اٹھ گیا۔کمرے کا دروازہ زور سے بند کیا اور سٹڈی روم میں چلا گیا۔سحرش کو یقین نہیں آرہا تھا۔کہ وہ ایسا ریکٹ کریں گے۔اسے اب ثناء پر غصہ آنے لگا۔

" میں نے اسے روکا بھی۔ پر اسے بھی جانے کی جلدی تھی۔اور یہ ایسے ریکٹ کر رہے ہیں۔جیسے ساری غلطی میری ہو "۔سحرش اپنے بچوں کے کمرے میں چلی گئی۔

☆......☆......☆

حیدر ایک دن بعد واپس آیا۔اور سیدھا اپنے کوارٹر آ گیا۔اندر آ کر کرسی پر بیٹھ گیا۔اندر بالکل خاموشی تھی۔اس کا دل بیٹھ گیا۔دو، چار، آٹھ پندرہ منٹ گزر گئے۔ادھر بیٹھا رہا۔پھر جلدی سے اٹھ کر دونوں کمروں، کچن اور واش روم کو دیکھا۔کوئی نہ تھا۔

" وہ چلے گئی "۔وہ بولا

یقین نہیں آیا۔دوبارہ چکر لگایا۔پر وہ نہیں تھی۔

" وہ مجھے چھوڑ کر چلی گئی "۔حیدر خان کو دھچکا لگا۔

" اب میں کیا کروں گا۔کتنا پیار کرتا تھا اسے "۔وہ صوفے پر بیٹھ گیا۔اسے ایسے لگا جیسے کوئی اس کا سانس روک رہا ہے۔اور وہ مر جائے گا۔فوراً باہر کو بھاگا۔سامنے ندیم صاحب کھڑے تھے۔

☆......☆......☆

رات کا وقت تھا۔گاڑی آ کر رکی۔اس نے اسے بڑی ہمت سے گاڑی سے نکالا۔اس نے شراب پی ہوئی تھی۔اسے اندر لا کر صوفے پر پھینک دیا۔ساتھ میں اسے دس گالیاں نکالیں۔اور اپنے کمرے میں آرام کرنے

چلا گیا۔

صبح اس کی آنکھ کھلی۔سر میں شدید درد تھا۔نوکر کو آواز دی۔اس نے اسے چائے بنا کر دی۔وہ وہیں صوفے پر سر پکڑ کے بیٹھی تھی۔

"اٹھ گئی ماریہ بیگم"۔لہجے میں طنز تھا۔متین نیچے آیا۔اور اس کے پاس ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔

"تم کو کیا تکلیف ہے"۔وہ بھی سڑ کے بولی۔

"تم کو شرم آنی چاہیے۔کل رات کو، جو تم نے حرکت کی ہے۔تم نے پھر شراب پی"۔وہ غصے سے بولا۔

"مجھے مت سکھاؤ۔اور جو تم شراب پیتے ہو اس کا کیا؟"۔

"میں مرد ہوں۔جو مرضی کروں"۔متین پھر چلایا۔

"رہنے دو۔مت بھولو آج جو تم ہو۔وہ میری وجہ سے ہو"۔ماریہ بھی بھلا کب پیچھے رہنے والی تھی۔

"جیسے میں نے کچھ نہیں کیا۔آج چاہوں تو تم کو اٹھا کر باہر نکال دوں۔اور دوسری لے آؤں"۔

"تم بھی مت بھولو۔یہ گھر میرے نام ہے۔اور جتنے بھی تمھارے کالے دھندے ہیں۔آج ان کا پول کھول دیا۔تو کسی کو اپنی شکل نہیں دیکھا سکو گے۔اور وہ تمھارا باس وکی۔۔۔"۔وہ کہتے کہتے رک گئی۔

"تم ایک بے حس عورت ہو۔میں نے جو بھی کیا۔وہ تمھارے اور بچوں کے لیے کیا۔اور تم مجھے ہی سنا رہی ہو"۔وہ طیش میں آئے۔متین کے موبائل کی گھنٹی بجی۔

وہ موبائل پر باتیں کرنے لگا۔فون بند ہوا تو ماریہ نے پوچھا کس کا فون تھا۔

"تمھارے بڑے بیٹے کا۔پھر پیسے مانگ رہا ہے"۔

"کیا؟۔ابھی تین دن پہلے تو اتنی بڑی رقم بھیجی تھی۔اور اب پھر۔۔۔"۔ماریہ کو حیرت ہوئی۔

"میں تو خود تنگ آ گیا ہوں۔ایک تو فون نہیں کرتے۔اور اگر کر لیں تو صرف پیسوں کے لیے۔خیر کچھ کرتا ہوں۔ورنہ فون کر۔۔کر کے سر میں درد کر دے گا"۔

متین اٹھ کر باہر چلا گیا۔ماریہ اپنے کمرے میں آ گئی۔

وہ بھول گئے تھے کہ حرام کی کمائی کا یہی پھل ملتا ہے۔جب دوسروں کا حق مارو گے۔تو اس کمائی میں برکت

نہیں رہے گی۔

☆......☆......☆

آج سنبل صدیق کی سالگرہ تھی۔اس کے تمام دوست آئے ہوتے تھے۔اچھی خاصی بڑی پارٹی تھی۔صدیق خان تمام انتظام دیکھ رہے تھے۔سنبل کچھ پریشان نظر آرہی تھی۔

" کیا ہوا سنبل، آج تو تمھاری سالگرہ ہے۔موڈ کیوں آف ہے؟"۔صدیق خان اسے کونے میں لے گئے"۔

" پاپا، ماما نہیں آئیں۔میں ان کو مِس کر رہی ہوں"۔وہ معصومیت سے بولی۔

" بچہ وہ آپ کی نانی امّی کے پاس ہیں۔ان کی طبیعت خراب ہے نا۔آپ اپنے فرینڈ کے پاس جاؤ۔وہ آپ کا انتظار کر رہیں ہیں"۔صدیق خان نے اس سے جھوٹ بولا۔وہ بچی تھی مان گئی۔

یہ پہلی بار نہیں ہوا تھا۔اکثر ایسے کاموں میں صنم گھر سے غائب ہوتی۔اور اپنی فرینڈز کے ساتھ بزی ہوتی۔صدیق کو اس کی اس حرکت پر شدید غصہ آتا۔پر صنم ہمیشہ اپنی مرضی کرتی۔صدیق خان نے اسے فون کیا۔

" کہاں ہو تم ؟"۔

" میں تم کو کیوں بتاؤں۔جب تم گھر سے جاتے ہو تو مجھ کو بتا کر جاتے ہو"۔صنم نے الٹا جواب دیا۔

" میں کمانے کے لیے جاتا ہوں۔جس کی وجہ سے تم ہمیشہ عیش کرتی ہو۔خیر یہ چھوڑو۔تم کبھی نہیں سمجھو گی۔آج سنبل کی سالگرہ تھی۔کم ازکم آج تو گھر رک جاتی"۔وہ بحث نہیں کرنا چاہتا تھا۔

" وہ۔۔وہ۔۔میرے ذہن سے نکل گیا۔میں جلدی آنے کی کوشش کروں گی"۔اس نے فون بند کر دیا۔صدیق خان نے موبائل جیب میں ڈالا۔اور بچوں کے ساتھ مصروف ہو گیا۔

رات کو صنم گھر آئی۔صدیق خان ٹی۔وی دیکھ رہا تھا۔اس نے اپنا بیگ رکھا اور پاس بیٹھ گئی۔صدیق نے کوئی بات نہیں کی۔تھوڑی دیر بعد سنبل آئی۔

" ماماں آپ کہاں تھیں؟۔آج میری برتھ ڈے تھی۔میں نے آپ کو بہت مِس کیا تھا"۔اس نے اپنی ناراضگی کا اظہار کیا۔

"یہ دیکھو میں تمھارے لیے کیا لائی ہوں۔صنم نے اپنے بیگ سے ایک تحفہ نکال کر اسے پکڑا دیا۔مجھے تمھاری سالگرہ یاد تھی"۔صنم نے جھوٹ بولا۔صدیق خان نے دکھ سے اپنی بیگم کو دیکھا۔

"پر ماما۔۔"۔وہ پھر بولی۔

"افوہ سنبل،اب تم بچی نہیں رہی۔ابھی تو آئی ہوں۔جاؤ اپنے کمرے میں مجھے بھی آرام کرنے دو"۔صنم اٹھ کر اپنے کمرے میں چلے گئی۔

سنبل اپنے پاپا کے پاس بیٹھ گئی۔اس کی آنکھیں نم ہوگئیں۔صدیق خان اسے پیار کرنے لگے۔

"صنم جو تم کر رہی ہو ایک دن ضرور پچھتاو گی۔اور اس دن تمھارے پاس کوئی نہیں ہوگا"۔وہ دل میں سوچ رہا تھا۔

☆......☆......☆

حیدر خان ندیم صاحب کو دیکھ کر وہیں رک گیا۔ندیم صاحب باہر پڑی کرسی پر بیٹھ گئے۔حیدر خان بھی پاس بیٹھ گیا۔

"حیدر جب سے تم میرے پاس ہو۔یہ پہلی بار ہوا ہے۔کہ کافی دن تک ہماری ملاقات نہیں ہوئی"۔

حیدر خان آج خاموش تھا۔

"حیدر خان تم نے اچھا نہیں کیا ثناء کے ساتھ"۔ندیم صاحب مسلسل باہر پڑے پھولوں کو دیکھ رہے تھے۔

"میں کچھ نہیں کہوں گا"۔وہ صرف اتنا کہہ سکا۔

"ندیم خان میرا دل نہیں مانتا کہ ثناء نے ایسا کچھ کیا ہوگا۔اس کا دل صاف تھا۔اس لیے جب میں نے اس کے گھر اس کو پہلی بار دیکھا تو ادھر ہی رشتہ پکا کر دیا۔مجھے تمھاری پسند پر فخر ہوا"۔

"انسان کو بدلنے میں دیر نہیں لگتی"۔حیدر خان اپنی چابی سے کھیلنے لگا۔

"ایک میری بات یاد رکھنا۔اپنا دل نرم رکھنا۔ایسا نہ ہو کہ کل کو جب تم کو واپس جانا پڑے تو تم کو تکلیف ہو"۔ندیم صاحب نے حیدر خان پر نظر ڈالی۔

"میں فیصلہ کر چکا ہوں"۔وہ اب بھی چابی کے ساتھ لگا ہوا تھا۔

"ہم کہیں تو غلط ہیں حیدر۔ کہاں؟ میری سمجھ میں نہیں آ رہا۔ سچ ضرور سامنے آئے گا"۔ وہ یہ کہہ کر اٹھ کر چلے گئے۔ اذان کا وقت ہو گیا۔ وہ بھی اٹھ کر نماز پڑھنے چلا گیا۔

☆......☆......☆

متین ہسپتال میں تھا۔ اس کی طبیعت اچانک خراب ہو گئی تھی۔ ماریہ تھوڑی دیر پہلے ہی پہنچی تھی۔ ڈاکٹر سے بات کرنے کے بعد وہ کمرے میں آئی۔

"اب کیسے ہو متین اچانک کیا ہوا صبح تک تو ٹھیک تھے"۔ ماریہ پاس پڑی کرسی پر بیٹھ گئی۔

"بہت برا ہوا ہے ہمارے ساتھ ماریہ۔ وہ وزیر جس کے ساتھ ہم۔۔۔ کاروبار کر رہے تھے۔ اس نے ہمیں۔۔۔۔ دھوکہ دیا ہے۔ اس نے اچھی خاصی رقم۔۔۔ کا فراڈ کیا ہے۔ وہ خود تو ملک۔۔۔۔ سے باہر بھاگ گیا ہے۔ اب ہمارا کاروبار چونکہ ایک ہے۔ اس لیے نیب۔۔۔ والے میرے پیچھے ہیں"۔ متین رک رک کر بول رہا تھا۔ ماریہ کو شاک لگا۔

"اب کیا ہوگا؟۔ ہم کیا کریں گے؟"۔

"مجھے کیا معلوم۔ میری تو خود طبیعت خراب ہو گئی ہے۔ ایک وہ پولیس والا عدنان جس کو میں نے بہت عیش کروائی تھی۔ اس نے تو ایسا منہ پھیرا ہے۔ جیسے مجھ کو جانتا ہی نہیں"۔ متین کا جسم کانپ رہا تھا۔ ماریہ کے چہرے پر پریشانی نظر آنے لگی۔ فون کی گھنٹی بجی۔ ماریہ کمرے سے باہر چلے گئی۔ فون بیٹے کا تھا جو لندن میں تھا۔

"بیٹا، تمھارے ابّو کی طبیعت خراب ہے۔ میں اس وقت ہسپتال میں ہوں"۔

"مجھے کچھ پیسے بھیج دیں"۔

"میں نے تم کو بولا بھی ہے۔ کہ اس وقت حالات نہیں ہیں۔ تم بات کیوں نہیں سمجھ رہے"۔

"میں کچھ نہیں جانتا۔ میں نے نئی گاڑی لینی ہے۔ اب کل تک مجھے میرے اکاونٹ میں رقم بھیج دینا"۔ یہ کہہ کر اس نے فون بند کر دیا۔ ماریہ کو حیرت کے ساتھ دکھ ہوا۔ اس نے ایک بار بھی اپنے باپ کا حال نہیں پوچھا۔ جس نے ان کے لیے اتنا کچھ کیا ہے۔ اسے چکر آنے لگے۔ دیوار کا سہارا لے کر دوائیاں لینے گئی۔

☆......☆......☆

ثناء کو ترکی آئے ایک دن ہو چکا تھا۔ گھر کافی بڑا تھا۔ ثناء سو کر اٹھی۔ ایک نگاہ کمرے پر ڈالی۔ کمرہ چھوٹا تھا۔ کمرے میں سٹڈی ٹیبل اور کرسی تھی۔ ایک سنگل بیڈ تھا۔ جو کونے میں لگا ہوا تھا۔ ایک بڑی سے سی لکڑی کی الماری تھی۔ ساتھ واش روم تھا۔

ثناء نے کھڑکی سے باہر دیکھا۔ اس کا موڈ اچھا ہو گیا۔ باہر دور دور تک ہریالی تھی۔ اور کہیں کہیں برف پڑی تھی۔ وہ کافی دیر ادھر کھڑی رہی۔ تھوڑی دیر بعد دروازہ کھولا۔ اس نے مڑ کر دیکھا۔ فرح تھی بڑے بھائی کی چھوٹی بیٹی۔ فرح اور فرخ جڑواں تھیں۔ عمر چھ سال تھی۔

" کسی ہیں آپ۔ میں آپ سے ملنے آئی ہوں"۔ وہ اندر داخل ہوئی اور کرسی پر بیٹھ گئی"۔

" میں بھی تم سے ملنے آئی ہوں پاکستان سے"۔ ثناء بیڈ پر بیٹھ گئی اور پیار سے بولی۔

" اس سے ملیں یہ ہے۔ کوکو میری گڑیا"۔ فرح نے اپنی گڑیا کی طرف اشارہ کیا۔ فرخ بھی اندر آ گئی۔ دونوں پھوپھی سے باتیں کرنے لگیں۔

" میں آپ کو ایک چیز دکھاؤں۔ ادھر آئیں"۔ فرخ بولی

" ہاں، دیکھاؤ"۔ وہ بھی کھڑکی کے پاس آ گئی۔

" باہر آپ کو پاکستان کا جھنڈا نظر آئے گا"۔ فرخ نے باہر کی طرف اشارہ کیا۔

" مجھے تو کوئی جھنڈا نظر نہیں آ رہا"۔ ثناء جھنڈا تلاش کرنے لگی۔

" میں بتاتی ہوں۔ کچھ جگہ سبز ہے۔ اور وہاں برف پڑی ہے۔ بن گیا نہ پاکستان کا جھنڈا"۔ اب وہ ہنسنے لگی۔

ثناء بھی ہنس پڑی۔ " یہ تو واقعی پاکستان کا جھنڈا بن گیا"۔

آنٹی بتول اور بھابھی اندر آئے۔ ثناء اٹھ کر ان سے ملی۔

" ان دونوں نے تم کو تنگ تو نہیں کیا"۔ بھابھی نوشین نے رپورٹ لی۔

" نہیں بھابھی مجھے مزہ آیا ہے۔ ان سے بات کر کے"۔ ثناء نے دونوں کو گود میں بیٹھا لیا۔

" کل سے آئی ہو۔ کھانا کھا کر سو گئی تھی۔ آؤ تم کو گھر دکھاتی ہوں"۔ وہ اسے لے کر باہر آئیں۔ اوپر تین

کمرے تھے۔ایک کمرہ فرح اور فرخ کا تھا۔دوسرا دونوں بھائیوں کا تھا۔اور تیسرا ثناء کو ملا تھا۔وہ نیچے والے حصے میں آئے۔ایک بڑا کچن تھا۔ساتھ والا کمرہ امّی ابوّ کا تھا۔ایک بہت بڑا ٹی۔وی ہال تھا۔ہال کے دوسرے طرف بھائی اجمل اور نوشین کا کمرہ تھا۔بیسمنٹ میں بھی ایک کمرہ تھا۔

وہ سب کچن میں آکر بیٹھ گئے۔آنٹی بتول نے ناشتہ بنایا۔

"بھائی کہاں ہیں؟۔ثناء نے فرح سے پوچھا۔

" کس کے،میرے یاں آپ کے "۔فرح نے فوراپوچھا۔

"پہلے اپنے بھائی کا بتادو،پھر میرے بھائی کا بتادینا"۔ثناء نے ٹشو سے منہ صاف کیا۔

"ہمارے دونوں بھائی مارکیٹ گئے ہیں۔ہمارے پاپا بھی مارکیٹ گئے ہیں۔دادا ابو بھی مارکیٹ گئے ہیں"۔فرح نے تفصیل دی۔

"اچھا اب ناشتہ کرو۔وہ آتے ہوں گے۔شام کو ہم چاروں گھومنے چلیں گے۔ثناء تم اپنی ضرورت کی چیزیں لے لینا"۔آنٹی بتول نے فرخ کے منہ میں نوالہ ڈالا۔

ناشتہ سے فارغ ہوکر سب ٹی۔وی ہال میں بیٹھ گئے۔تھوڑی دیر بعد وہ چاروں بھی آگئے۔فرح اور فرخ سے بڑا بھائی چودہ سال کا اور اس سے بڑا سولہ سال کا ہے۔ثناء نے کسی کو ظاہر نہیں کیا کہ اس کے ساتھ کیا ہوا ہے۔

☆......☆......☆

متین کی طبیعت کچھ بہتر ہوگئی۔تو وہ گھر آگیا۔وہ بیڈ پر لیٹ کر آرام کررہا تھا۔ماریہ بھی پاس موجود تھی۔

"تم نے کچھ سوچا اب کیا کرنا ہے"۔ماریہ نے سوال کیا۔

"میرا دماغ کام نہیں کررہا۔کیا بولوں اوپر سے ہماری اولاد کچھ کام نہیں آئی"۔متین نے انہیں چار پانچ گالیاں نکالیں۔

"اگر ہم بھی باہر چلے جائیں۔اپنے بچوں کے پاس لندن تو۔۔۔"۔

"اگر اتنا آسان ہوتا،تو ہم کب کہ نکل جاتے۔اب مشکل ہے۔اور جب سے یہ نئی حکومت آئی ہے۔سوال

ہی پیدا نہیں ہوتا"۔اس نے صاف جواب دے دیا۔

"دو بار پولیس چکر لگا چکی ہے۔محلے والے عجیب نظروں سے دیکھ رہیں ہیں"۔

"تم کوئی اچھی بات نہیں کر سکتی۔میرے پہلے سر میں درد ہو رہا ہے"۔متین کو اب غصہ آیا۔"اپنے بڑے بیٹے کو فون کرو۔اس سے پوچھو جو رقم بھیجی تھی ملی اسے"۔وہ بار بار انہیں گالیاں نکال رہا تھا۔ماریہ نے فون ملایا۔پر کوئی فون نہیں اٹھا رہا تھا۔اس نے نمبر ملانا بند کر دیا۔

شام کو ماریہ کو ایک میسج ملا۔جب اس نے وہ پڑھا۔تو زور زور سے رونے لگی۔متین اس کے پاس آیا۔

"اب کیا ہوا ہے۔کیا کر دیا تمھارے بیٹے نے؟"۔وہ روئے جا رہی تھی۔"اب کچھ بولو بھی۔۔۔۔" متین پھر بولا۔ماریہ نے جو اسے بتایا۔اسے سن کر وہ بت بن گیا۔جب اسے یہ معلوم ہوا کہ شراب پی پی کر اس کے بڑے بیٹے کو کینسر ہو گیا ہے۔اور وہ بھی لاسٹ سٹیج ہے"۔

دونوں میاں بیوی رونا شروع ہو گئے۔پر ان کو چپ کروانے والا۔اور ان کو حوصلہ دینا والا کوئی نہ تھا۔

☆......☆......☆

ثناء اپنے کمرے میں تھی۔اس نے اپنا موبائل نکال کر دیکھا۔نہ کوئی میسج نہ ہی کوئی کال۔اسے ترکی آئے چار دن ہو گئے تھے۔چل کر کھڑکی کے پاس گئی۔باہر برف باری ہو رہی تھی۔سبز ہریالی اب نظر نہیں آ رہی تھی۔اس کی جگہ برف نے لے لی تھی۔ہر طرف سفید چادر بچھی تھی۔

ثناء کو فرخ کی جھنڈے والی بات یاد آئی۔تو ہنس پڑی۔یہ برف کب ختم ہو گئی؟۔مجھے تو ہریالی پسند ہے۔جیسے وہ کچھ دیر پہلے دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔ایسے لگ رہا تھا۔اس کہ اس کی خوشیاں بھی کہیں دب گئیں ہیں۔فرح آئی اور ثناء کو بتایا دادا ابو آپ کو بلا رہے رہیں ہیں۔ثناء نیچے آئی۔اور ان کے کمرے میں آئی۔وہاں امّی ابو کے ساتھ بھائی اجمل بھی تھے۔ثناء صوفے پر بیٹھ گئی۔

"جی ابو آپ نے بلایا تھا"۔

"تمھارے اچانک آنے کی وجہ ہم میں سے کسی کو نہیں معلوم"۔وہ بہت سنجیدہ لگ رہے تھے۔

"وہ حیدر کچھ مصروف تھا۔اس لیے نہیں آ سکا۔میری ابھی ان سے بات ہوئی ہے"۔ثناء نے صاف جھوٹ

بولا۔کمرے میں موجود تینوں نے ایک دوسرے کو دیکھ۔ثناء کو کچھ عجیب لگا۔

" کیا کہہ رہا تھا"۔آنٹی بتول نے سوال کیا۔

" حال پوچھ رہا تھا۔کہہ رہا تھا کہ مِس کر رہا ہے"۔پھر جھوٹ۔

" کس کو مِس کر رہا ہے؟"۔امّی نے پھر سوال کیا۔

" ظاہر سی بات ہے مجھ کو"۔پھر جھوٹ

" ثناء ہمیں سحرش بھابھی کا فون آیا تھا"۔اجمل بھائی بولے۔ثناء کا رنگ اڑ گیا۔

"اس نے حیدر خان کے نہ آنے کی وجہ بتائی ہے"۔

" کیا وجہ بتائی ہے"۔ثناء کی آنکھیں بھر آئیں۔

" وہ حرکت جو تم کبھی نہیں کر سکتی۔چو۔۔۔چوری"۔انکل اکمل ہمت کر کے بولے۔ثناء کا صبر جواب دے گیا۔اور وہ رو پڑی۔آنٹی بتول فوراً اس کے پاس بیٹھ گئیں۔اور اسے گلے لگا لیا۔کافی دیر تک روتی رہی۔پھر انکل اکمل بولے۔

" غلطی ہم نے بھی کی۔تمھارا رشتہ اتنی جلدی طے کر کے۔خیر تم نے اچھا کیا۔جو یہاں آ گئی"۔

" اب تم نے آگے کیا کرنا ہے؟"۔اجمل نے سوال کیا۔ثناء سنبھل چکی تھی۔اپنوں کا یہی تو فائدہ ہوتا ہے۔انسان کی تکلیف بہت کم ہو جاتی ہے۔اور ماں تو سارے دکھ سمیٹ لیتی ہے۔

" میں سوچ رہی تھی۔کہ جاب کر لیتی ہوں۔ترکی زبان کافی دیر سے سیکھ رہی ہوں۔میں گھر پر فارغ نہیں رہنا چاہتی"۔جاب کی اصل وجہ اس نے نہیں بتائی۔

" ٹھیک ہے جیسے تم چاہو۔پہلے ہماری جلد بازی تم بھگت رہی ہو۔بس کوشش کرنا کہ پاس جاب مل جائے"۔انکل اکمل نے اس کا ساتھ دیا۔

" نوشین سکول میں چھوٹے بچوں کو پڑھاتی ہے۔میں اس سے بات کرتا ہوں۔اگر کوئی وہاں جاب مل جائے"۔اجمل نے مشورہ دیا۔

انکل اکمل نے اسے پاس بلایا۔اور اسے پیار کیا۔ثناء اپنے کمرے میں آ گئی۔اسے اب پہلے سے بہت بہتر

لگ رہا تھا۔ایک خوف تھا جواب ختم ہو گیا تھا۔

آج سورج پورا روشن تھا۔سردی کچھ کم پڑ رہی تھی۔سورج کے آنے سے کچھ سکون اور راحت ملی۔موسم کچھ بہتر لگ رہا تھا۔ثناء پیدل چلتے ہوئے ایک قریبی سکول پہنچی۔پر وہاں اسے نوکری نہیں ملی۔ٹیچر کی کوئی سیٹ خالی نہ تھی۔وہاں سے نکلی تو پاس ایک باغ تھا۔ثناء ادھر بینچ پر آ کر بیٹھ گئی۔چھوٹی سی جھیل میں ایک پیاری سی بطخ تھی۔وہ بھی دھوپ سیک رہی تھی۔ثناء اسے دیکھنے لگی۔

تھوڑی دیر بعد اسے محسوس ہوا کہ پاس کوئی ہے۔دیکھا تو ایک بڑھی عورت تھی۔وہ وہیل چیئر پر تھی۔اور ثناء کو دیکھ کر مسکرانے لگی۔

"پاکستان سے آئی ہو؟"۔اس نے سوال کیا۔

"ہوں"۔ثناء نے اتنا ہی کہا۔

"کیا شادی شدہ ہو"۔سوال بہت مختلف تھا۔

"جی،اللہ کا شکر ہے"۔

"شوہر کہاں ہے"۔ثناء نے کوئی جواب نہ دیا۔

"میں بھی شادی شدہ ہوں۔میرا ایک ہی بیٹا ہے اس کی میں نے شادی کر دی ہے"۔

"اور شوہر"۔اب ثناء نے سوال پوچھا۔

"وہ ایک بم بلاسٹ میں فوت ہو گئے تھے"۔وہ کچھ سوچ کر بولی۔

"مجھے بہت دکھ ہوا۔اللہ ان کو جنت میں جگہ دے"۔

"وہ غصے والے تھے۔پر اب وہ نہیں ہیں۔تو بہت کمی محسوس ہوتی ہے۔بہت اچھے تھے۔میں ہی ان کو نہیں سمجھ پائی"۔

"کیا آپ شروع سے وہیل۔چیئر پر ہیں"۔ثناء پوچھے بغیر نہ رہ پائی۔

"نہیں چند سال پہلے تک تو ٹھیک تھی۔بس اچانک یہ سب ہو گیا۔اور تم"۔

"میں بچپن سے ایسی ہوں"۔

"اللہ بہت رحمت کرنے والا ہے۔تم بس ہر حال میں اللہ کا شکرادا کیا کرو۔اللہ تمھارے حق میں بہتر کرے گا"۔وہ وہاں سے چلے گئے۔ثناء بھی کچھ دیر بعد واپس گھر آ گئی۔

" کیا جاب ملی۔بیٹھ جاؤ میں چائے بنا کر دیتی ہوں"۔آنٹی بتول نے پوچھا۔

" نہیں امّی کوئی جاب نہیں ملی"۔ثناء بھی کچن میں آ کر بیٹھ گئی۔

" پریشان نہ ہو۔مل جائے گی"۔امّی ساتھ میں پھل کاٹ رہیں تھیں۔

" آج میں نے پاس ایک لائبریری دیکھی ہے۔کل وہاں جاؤں گی۔بھائی شفیق کب آ رہے ہیں؟"۔ثناء پھل کھانے لگی۔

" کل آ جائے گا۔اللہ ان دونوں کو بھی خوش رکھے"۔

" کل میں کھانا پکاؤں گی۔ایسا کرتی ہوں پاس والی مارکیٹ سے سامان لے آتی ہوں"۔ثناء بیگ پکڑ کر باہر چلے گئی۔

☆......☆......☆

دو دن بعد ثناء پاس کی ایک لائبریری کے دفتر میں بیٹھی تھی۔دیوار پر قرآنی آیات لکھیں تھیں۔کچھ دیر بعد ایک عورت آئی۔ثناء نے کھڑے ہو کر سلام کیا۔اس نے اوپر سے نیچے تک ثناء کو دیکھا۔ثناء کو بیٹھنے کا اشارہ کیا۔اور خود جا کر سامنے والی سیٹ پر بیٹھ گئی۔

" کیا آپ جاب کے لیے آئیں ہیں؟۔اس عورت نے اپنی عینک اتار کر میز پر رکھی۔

" جی،میں جاب کے لیے آئی ہوں"۔ثناء نے اپنے سارے documents ان کو دیکھائے۔ان کو دیکھنے کے بعد ثناء کی طرف متوجہ ہوئیں۔

" آپ یہ جاب کیوں کرنا چاہتی ہیں"۔پہلا سوال۔

" یہ جگہ خزانے سے بھری ہوئی ہے۔کچھ خزانہ ہمیشہ کے لیے اپنے پاس رکھنا چاہتی ہوں"۔

"اس خزانے کا کیا کریں گی؟"۔دوسرا سوال

"اپنے بچوں کو دوں گی۔ایک اچھی تربیت کروں گی۔تاکہ معاشرے پر وہ بوجھ نہ بن جائیں"۔ثناء نے

اعتماد سے جواب دیا۔

"بوجھ نہ بن جائیں اس کا کیا مطلب۔ذرا وضاحت کریں"۔

"میں نے اپنے کالج اور یونیورسٹی میں بہت سے بچے دیکھیں ہیں۔جو بہت اچھے گھر سے آتے تھے، پر ان کی تربیت نہیں ہوئی تھی۔اور وہ غلط کاموں میں پڑ گئے تھے۔اگر ان کی ذرا سی بھی تربیت ہو جاتی تو وہ نہ صرف اپنی زندگی سنوار لیتے۔بلکہ معاشرے کے لیے بھی ایک اچھے شہری بنتے"۔

"تو آپ کے نزدیک جو بچے غلط حرکت کرتے ہیں۔کیا ان کی تربیت میں کمی رہ گئی ہے"۔اس نے پھر سوال کیا۔ثناء مسکرائی۔

"تربیت ہوتی ہی کہاں ہے۔ہمارے ہاں تو بس پہلے تو اولاد پیدا کر لو۔اور بعد میں انہیں پال لو۔پالنے میں اور تربیت کرنے میں بہت فرق ہے۔پال تو بندہ جانور بھی لیتا ہے۔لیکن جب جانور کی تربیت کی جاتی ہے۔ تو آپ شیر جیسا جانور بھی گھر میں پال سکتے ہو"۔

"ویسے میں آپ کی باتوں سے اتفاق کرتی ہوں"۔

"ایک کتاب کا مطالعہ ہی ہے۔جو گھر بیٹھے آپ کی زندگی بدل سکتا ہے۔اور آپ دنیا اور معاشرہ کو نئی نگاہ سے دیکھ سکتے ہو"۔ثناء نے اپنی بات مکمل کی۔

"ایک اور بات پوچھوں۔آپ نے اپنی زندگی میں پہلی کتاب کون سی پڑھی تھی؟"۔

"ہمارے ہاں ایک بچوں کا رسالہ آتا تھا۔'تعلیم و تربیت' وہ پڑھا تھا"۔

"آپ نے ترکی زبان کہاں سے سیکھی ہے"؟۔

"جب میں پاکستان میں تھی تو وہاں سے کلاسس لیں تھیں۔میرے بڑے بھائی اور بھابھی ادھر ہی رہتے ہیں۔ان سے بھی نیٹ پر ترکی میں باتیں کرتی تھی"۔

"مجھے آپ کی سوچ بہت پسند آئی ہے۔آپ کل سے آجانا۔میں آپ کو یہاں کام کے بارے میں بتا دوں گی"۔اس نے مسکرا کر کہا۔ثناء کا چہرہ کھل اٹھا۔

"آپ کا بہت شکریہ۔میں کوشش کروں گی۔کہ آپ کو شکایت کا موقع نہ ملے"۔ثناء نے اس سے ہاتھ

ملایا۔اور باہر آ گئی۔

گھر پاس تھا اس لیے پیدل چلنے لگی۔راستے میں ایک کافی شاپ پر رکی۔وہاں بیٹھ کر کافی پینے لگی۔اس کی نظر اسی بوڑھی عورت پر پڑی۔وہ وہاں اکیلی تھی۔وہ ثناء کو دیکھ کر مسکرائی۔ثناء اپنا کافی کا کپ اس کے پاس لے گئی۔اس نے ثناء کے لیے وہاں کی خاص پیسٹری آرڈر کی۔بہت دیر تک دونوں باتیں کرتے رہے۔

☆......☆......☆

"قسم کھا کر بول رہا ہوں۔میرے بچے نہ ہوتے تو تم کم طلاق دے دیتا۔تم جیسی عورت کے ساتھ رہنا کسی عذاب سے کم نہیں"۔آج گھر میں پھر لڑائی ہو رہی تھی۔وجہ وہی صنم کی لاپروائی تھی۔

"تم ہمیشہ مجھے ہی برا کہنا۔کیا کر دیا میں نے"۔وہ بھی برابر چلائی۔

"کہتی ہو کیا ہوا ہے۔تم کو معلوم ہے۔کہ زین کو مونگ پھلی سے الرجی ہے۔پھر تم مونگ پھلی والے بسکٹ کیوں گھر لے کر آئی ہو"۔صدیق خان اپنے بیٹے زین کے پاس بیڈ پر بیٹھا تھا۔

"میں جان کر تو نہیں لے کر آئی۔مجھے کیا معلوم کہ اس میں مونگ پھلی ہے"۔صنم نے ہاتھ میں وہی بسکٹ کا ڈبہ پکڑا ہوا تھا۔

"اپنے کام کی ہر بات کا تم کو علم ہوتا ہے۔ہر فیشن کا تم سے پوچھ لو۔اگر نہیں پتہ تو اپنی سگی اولاد کا"۔آج وہ شدید غصہ میں تھا۔آفس سے بھی چھٹی لینی پڑی۔

"تکلیف تو تم کو آفس سے چھٹی کرنے کی ہے"۔وہ کبھی باز نہیں آتی تھی۔ہر بات پر بحث کرتی۔

"اگر آفس نہ جاؤں تو کماؤں کہاں سے کم عقل عورت۔مائیں اس لیے ہوتی ہیں۔کہ گھر سنبھال سکیں"۔

"سب کام تو کرتی ہوں۔میری تو بھی کوئی لائف ہے۔کہ اب ساری زندگی گھر کے کاموں میں گزار دوں"۔

"تم ایک کام کرو۔بس یہاں سے دفع ہو جاو۔میں خود دیکھ لوں گا"۔صنم نے زور سے کمرے کا دروازہ بند کیا۔اور باہر نکل گئی۔سنبل نے لا کر اپنے پاپا کو دوائی دی۔وہ بھی ادھر آ کر بیٹھ گئی۔تھوڑی دیر بعد گاڑی کی آواز آئی۔صدیق خان نے کھڑکی سے باہر دیکھا۔تو صنم گھر سے باہر چلے گئی تھی۔

"مجھے نہیں معلوم کس جرم کی سزا کاٹ رہا ہوں۔میری امّی۔۔۔۔ایک ہی تو ذمہ داری دی تھی۔۔۔اللہ مجھے معاف کرنا"۔وہ واپس آ کر اپنے بچوں کے پاس بیٹھ گیا۔

☆......☆......☆

جو لوگ اللہ پر بھروسہ کرتے ہیں، وہ کبھی نہیں گرتے۔اللہ انہیں ہر قدم پر سنبھال لیتا ہے۔حق حلال کما کر کھانے والوں کے ساتھ ایسا ہی ہوتا ہے۔حرام کی کمائی اور غرور کرنے والوں کو اللہ کبھی پسند نہیں کرتا۔پکڑ تو ہر حال میں ہوتی ہے۔

"مجھے صرف ایک ہفتے کی مہلت دے دو۔میں ضرور واپس آؤں گا" متین ہاتھ جوڑ کر آفسر کے سامنے بیٹھا تھا۔

"تم نے جیسے کہا اور ہم نے مان لیا' وہ طنزاً ہنسا۔

"میں وعدہ کرتا ہوں"۔اس نے پھر التجا کی۔

"جیسے وعدے تم نے اپنی فیکٹری کے ورکرز سے کیے تھے"۔وہ دونوں ہاتھ میز پر رکھ کر اسے گھور رہا تھا۔

"میری ساری رقم لے لو۔مجھے بس ایک بار اپنے بیٹے کے پاس امریکہ بھیج دو۔میں آخری بار اس سے مل لوں"۔

"میں تم پر کبھی بھروسہ نہیں کروں گا"۔

"اچھا ایسا کرو۔میری بیگم کو بھیج دو"۔متین کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

"وہ بھی برابر کی اس جرم میں شریک ہے۔کوئی اور فرمائش"۔آفیسر نے پھر طنز کیا۔وہ ایک جوان اور ایمان دار آفیسر تھا۔

"سر میرے بیٹے کو کینسر ہے۔وہ بھی لاسٹ سٹیج۔شائد دو یا تین دن۔۔۔"۔متین رونے لگا۔

"آپ بہت اچھے ایکٹر ہیں۔اچھی ایکٹنگ کر لیتے ہیں۔پر میں آپ کی باتوں میں نہیں آنے والا" آفیسر تیمور اٹھ کر جانے لگا۔

"میں سچ کہہ رہا ہوں۔۔۔۔مجھے صرف آخری بار"۔۔۔یہ کہہ کر وہ رونے لگا۔"اس بدقسمت

کا۔۔۔منہ۔۔۔دیکھنے دو"۔

آفیسر تیمور نے اس کی باتوں کا ان سنا کر دیا۔اور وہاں سے چلا گیا۔ ماریہ کا حال بھی کچھ ایسا تھا۔رؤ۔۔۔رؤ کر اس نے اپنی حالت خراب کی کر لی تھی۔

☆......☆......☆

زندگی کسی لیے بھی نہیں روکتی۔ثناء اپنی زندگی میں بہت مصروف ہوگئی تھی۔جاب کے ساتھ گھر کے کام بھی کرتی تھی۔تا کہ کسی پر بوجھ نہ بنے۔ساتھ میں اجمل بھائی کے بچوں کو بھی پڑھا دیتی تھی۔جس سے نوشین بھابھی کو بہت فائدہ ہوگیا۔ثناء اپنی جاب سے بہت خوش تھی۔اکثر کوئی نئی کتاب پڑھتی رہتی۔اسے اپنے ماضی کو بھی بھولنا تھا۔گھر میں کوئی بھی اس سے حیدر خان کے بارے میں بات نہیں کرتا تھا۔

" آپ یہاں، مجھے امید تھی کہ آپ آئیں گی"۔ثناء نے اس بوڑھی عورت کو دیکھ کر کہا۔ثناء کی اس سے اکثر ملاقات ہوتی رہتی۔وہ ثناء کے کہنے پر لائبریری آئی تھی۔

" تم نے مجھے اتنا فورس کیا کہ دیکھو میں آ گئی"۔وہ کتابیں دیکھنے لگی۔

ثناء بھی اس کو کتابوں کے بارے میں بتانے لگی۔اس نے ایک کتاب لی۔اور میز کے پاس آ کر اپنی وہیل۔چیئر روکی۔ثناء بھی پاس بیٹھ گئی۔

" تم نے کبھی اپنے شوہر کے بارے میں نہیں بتایا۔کہاں ہوتا ہے؟۔بڑھی عورت نے سوال کیا۔ثناء نے بات ڈال دی۔

" کیا اب تم دونوں ساتھ نہیں "۔اس نے پھر پوچھا۔ثناء نے اسے پوری کہانی سنا دی۔وہ چپ چاپ سنتی رہی۔

" سب ٹھیک ہو جائے گا"۔بڑھی عورت نے کتاب ایک طرف رکھی۔

" میں اس کی کبھی شکل نہیں دیکھوں گی۔اس کو مجھ پر بھروسہ کرنا چاہیے تھا"۔ثناء کتاب کا نام پڑھنے لگی۔

" اللہ اپنے بندوں کو آزمائش میں ڈالتا ہے۔اللہ پر بھروسہ رکھو۔"۔

" مجھے شادی کے بعد اس سے محبت ہوگئی تھی۔میں نے اس سے ٹوٹ کر پیار کیا تھا۔مگر دو ماہ بعد سب ختم ہو

گیا"۔ثناء اب بھی اس کتاب کا نام پڑھ رہی تھی۔

"محبت کرنا بہت آسان ہے۔پر لوگ بھول جاتے ہیں۔کہ محبت قربانی بھی مانگتی ہے۔"۔وہ ثناء کا چہرہ دیکھنے لگی۔

"بھروسہ سب سے پہلے۔۔۔"۔ابھی اس کی بات مکمل نہیں ہوئی تھی۔کہ کسی نے کتاب کے بارے میں پوچھا۔اور ثناء وہاں سے اٹھ کر جانا پڑا۔وہ بوڑھی عورت ثناء کو غور سے دیکھنے لگی۔

☆......☆......☆

وہ ہفتہ متین اور ماریہ کے لیے کسی عذاب سے کم نہیں تھا۔ان کا بڑا بیٹا زندگی کی دوڑ ہار گیا۔اور اسے امریکہ میں دفن کر دیا۔گھر میں کوئی افسوس کے لیے بھی نہیں آیا تھا۔صرف وہی میاں بیوی گھر پر تھے۔

"آخری بار۔۔۔اس کی شکل۔۔۔تو دیکھنے دیتے"۔ماریہ زمین پر بیٹھی رو رہی تھی۔متین بھی پاس تھا۔

"بہت کوشش کی۔۔پر اس نئی گورنمنٹ نے۔۔۔سب کچھ بدل دیا۔ایک تو چھوٹے بیٹے کی بھی کوئی خبر نہیں۔اتنا نہیں کہ۔۔پاکستان کا چکر لگا لیتا۔بس دونوں ہی پیسے کے سگے تھے"۔متین کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔

گاڑی رکنے کی آواز آئی۔آفیسر تیمور آیا تھا۔سیدھا اندر گھس گیا۔

"میں جانتا تھا کہ تم دونوں نے بہت دو نمبر کام کیے ہیں۔پر لوگوں کی جان بھی لی ہے۔یہ مجھے آج ہی معلوم ہوا ہے"۔وہ اندر آ کر ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔

"آج ہی ہمارا۔۔۔بڑا۔۔۔بیٹا۔۔۔مرا۔۔ہے"۔ماریہ نے رک رک بولا۔

"اللہ اسے جنت میں جگہ دے"۔آفیسر نے افسوس کیا۔

"آج کس کام سے آئے ہو؟"۔متین نے سوال کیا۔

"اچھا سوال ہے۔یہ وقاص مغل کون ہے"۔اس نے بلند آواز سے پوچھا۔

دونوں میاں بیوی اسی وقت کھڑے ہو گئے۔اور ایک دوسرے کی شکل دیکھ رہے تھے۔جیسے ایک دوسرے کو نہیں جانتے۔آفیسر کو کوئی حیرت نہ ہوئی۔بلکہ مسکرانے لگا۔۔۔"

"چلو دونوں میرے ساتھ۔ بہت عیش کرلی۔ اب تھوڑی خدمت کا موقع ہم کو بھی دو"۔ اس نے اپنے ساتھیوں کو آواز دی۔ اور وہ انہیں گھسیٹ کر اپنے ساتھ لے گئے۔

☆......☆......☆

وقاص مغل کا صاف پانی کا بہت بڑا کاروبار تھا۔ وہ بہت نیک اور خدا ترس انسان تھا۔ جب کاروبار میں سے فائدہ ہوتا۔ تو سب سے پہلے غریبوں کا حصہ نکالتا۔ پھر وہ رقم اپنے گھر والوں پر خرچ کرتا۔ اللہ نے اس کو ایک اچھی بیگم سے نوازا۔

متین اس کے پاس کام کرتا تھا۔ وہ شروع سے ہی کمینہ اور لالچی انسان تھا۔ اس کی بیگم ماریہ بھی ویسی تھی۔ متین کو تھا کہ ہم دو نمبر طریقے سے کام کریں۔ تاکہ راتوں رات امیر ہو جائیں۔ اس نے غلط پانی کے sample پاس کر دیے۔ جب وقاص مغل کو یہ بات معلوم ہوئی۔ تو اس نے متین پر پرچہ درج کروا دیا۔

اس رات وقاص مغل کی بیٹی کی سالگرہ تھی۔ متین کو اپنی بے عزتی برداشت نہ ہوئی۔ اس نے ماریہ کے ساتھ مل کر وقاص مغل کے گھر کو آگ لگا دی۔ وقاص مغل، اس کی بیوی، اس کے ماں باپ سب فوت ہو گئے۔ صرف بیٹی زندہ بچ گئی۔ اور اسے بھی بہت چوٹیں آئیں۔ جب آگ لگی تو ایک قریبی رشتہ دار نے بڑی ہمت کر کے بچی کو بچا لیا۔ اور کچھ اہم کاغذات بھی بچا کر اپنے ساتھ لے گئی۔

☆......☆......☆

ثناء کوتر کی آئے پورا ایک سال ہو گیا تھا۔ اس نے اپنی جاب بڑی محنت سے کی۔ اور اچھے خاصے پیسے بھی کما لیے۔ چھٹی کا دن تھا۔ انکل اکمل اور آنٹی بتول کچن میں چائے پی رہے تھے۔ جب ثناء اندر داخل ہوئی۔ اس نے فریج سے جوس نکالا اور ان کے پاس بیٹھ گئی۔

"میں نے آپ دونوں سے ایک بات کرنی ہے"۔ ثناء نے جوس گلاس میں ڈالا۔

"کیا ہوا ہے۔ کیا بات کرنی ہے؟"۔ انکل اکمل نے پوچھا۔

"میں چند دن کے لیے پاکستان جانا چاہتی ہوں"۔ انکل اکمل اور آنٹی بتول ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔

"وجہ جان سکتی ہوں۔ یوں اچانک"۔ آنٹی بتول نے پوچھا۔

"بس کچھ حساب پورا کرنا ہے۔آپ فکر نہ کریں مجھے کچھ نہیں ہوگا۔صرف ایک ہفتے کی بات ہے"۔ثناء نے اپنی بات مکمل کی۔

"مجھے کچھ سوچنے کا موقع دو۔میں تم کو ایسے اکیلا نہیں بھیج سکتا"۔انکل اکمل نے اسے جواب دیا۔ثناء خاموش ہوگئی۔

شام کو انکل اکمل ٹی۔وی دیکھ رہے تھے۔پاکستانی نیوز چینل دیکھ رہے تھے۔ایک خبر نے ان کو ہلا کر رکھ دیا۔فورا بتول اور اجمل کو آواز دی۔وہ دونوں بھی وہاں پہنچ گئے۔

"ابھی جو ہم آپ کو خبر دیکھا رہے ہیں۔وہ ہم آپ کو لائف دیکھا رہے ہیں۔جی متین اور اس کی بیگم ماریہ صاف پانی کے کیس میں پکڑے گئے ہیں۔لاکھوں انسانوں کی زندگیوں سے کھیلنے والے آج پکڑے گئے ہیں۔اور آج سے سالوں پہلے وقاص مغل کے گھر جو آگ لگی تھی۔اور ان کی ساری فیملی جل گئی تھی۔اس بھیانک کام کے پیچھے بھی متین اور ماریہ کا ہاتھ تھا۔ہم آپ کو ٹی۔وی کی سکرین پر وہ کاغذات بھی دیکھا رہے ہیں۔جس میں وقاص مغل نے سالوں پہلے متین کے خلاف پولیس رپورٹ درج کروائی تھی۔جس کے بدلے میں اس نے ان کی ساری فیملی ماردی تھی۔"۔نیوز اینکر ایسے خبر دے رہی تھی۔جیسے یہ دنیا کی آخری خبر ہو۔

آنٹی بتول نے ٹی۔وی بند کر دیا۔آہستہ آواز میں بولیں۔۔۔

"ثنا۔۔کہاں۔۔۔۔ہے؟"۔

"امّی وہ بچوں کے ساتھ باہر باغ میں ہے"۔اجمل نے جواب دیا۔

"اب کیا کرنا ہے۔سالوں بعد یہ سب سننے کو ملے گا۔سوچا تو نہیں تھا"۔آنٹی بتول اکمل صاحب کا چہرہ دیکھنے لگیں۔جو کچھ سوچ رہے تھے۔

"اللہ جو کرتا ہے،بہتر کرتا ہے۔ثناء ویسے بھی پاکستان جانے کا سوچ رہی ہے۔یہی بہتر موقع ہے اسے سچ بتانے کا۔ہم پاکستان ضرور جائیں گے۔میں نے فیصلہ کرلیا ہے"۔انکل اکمل کھڑے ہوگئے۔

"کیا یہ آپ کا پکا فیصلہ ہے"۔آنٹی بتول بھی کھڑی ہوئیں۔

"اس سے بہتر موقع خود سوچو کون سا ہو سکتا ہے؟میں ٹکٹ کا معلوم کر کے آتا ہوں"۔اجمل اور انکل اکمل

باہر چلے گئے۔

رات کو ان کی ٹکٹ کنفرم ہوگئی۔ثناء کو پہلے حیرت ہوئی۔اسے زیادہ خوشی ہوئی کہ اس کا مقصد پورا ہونے جا رہا ہے۔چار دن بعد وہ لوگ پاکستان پہنچ گئے۔

☆......☆......☆

وہ تینوں اپنے پرانے گھر آ کر رکے۔انکل اکمل اور آنٹی بتول کسی ضروری کام سے باہر گئے۔ثناء کو اس سے بہتر موقع نہیں مل سکتا تھا۔جینس پہنی اوپر لال رنگ کی شرٹ پہنی۔سر کو سکاف سے کور کیا۔کندھے پر اپنا بیگ ڈالا۔اپنے آپ کو شیشے میں دیکھا۔طنزاً ہنسی جیسے کچھ فتح کرنے جا رہی ہو۔اوبر والوں کی گاڑی آ گئی۔اس میں بیٹھ گئی۔اور اپنی منزل پر روانہ ہوگئی۔

گاڑی اپنی منزل پر رکی، ثناء نیچے اتری۔اس نے گہری سانس لی۔دل میں ایک خوف تھا۔پر اپنا کام بھی تو کرنا تھا۔

گیٹ پر موجود چوکیدار نے گیٹ کھول دیا۔وہ اندر آئی۔سب کچھ پہلے جیسا تھا۔اس پر کسی کی نظر نہیں پڑی۔وہ پورے گھر سے گزرتی ہوئی۔اپنی جگہ پر پہنچی۔دروازے میں قدم رکھا تو وہ لڑکھڑائی۔ہمت کر کے اندر گئی۔جسے ڈھونڈ رہی تھی۔وہ مل گیا۔حیدر خان کا منہ کمپیوٹر کی طرف تھا۔کمرے میں اندھیرا تھا۔ایک ہاتھ keyboard پر اور دوسرے میں ہاتھ میں چابی تھی۔آنسوؤں کو روک کر بولی۔

" کیسے ہو مسٹر حیدر خان؟"۔حیدر خان نے مڑ کر دیکھا۔تو آنکھیں ہٹانا بھول گیا۔ثناء آگے بڑھی اور دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑی ہوگئی۔

" ت۔۔تم۔۔تم یہاں"۔حیدر خان کھڑا ہو گیا۔

" ہاں دیکھ لو اللہ کا شکر ہے۔تم نے بتایا نہیں کیسے ہو"۔ثناء مسکرائی۔

" ٹھیک۔۔۔ہوں"۔وہ اب بھی شاک تھا۔

" فکر نہ کرو۔زیادہ وقت نہیں لوں گی۔حساب پورا کرنے آئی تھی"۔ثناء نے اپنا بیگ کھولا۔اور اس میں سے اچھے خاصے نوٹ نکالے۔اور میز پر رکھ دیے۔حیدر خان اس کی حرکت کو حیرت سے دیکھ رہا تھا۔

"تو حیدر خان، میں یہاں قرضہ اتارنے آئی ہوں"۔

"کیسا۔۔۔کیسا۔۔قرضہ"۔

"جو تم نے مجھے دیا تھا۔۔۔وہ جو تم نے مجھے کھانے کھلائے تھے۔ برگر، پیزا، آئس کریم، مچھلی وغیرہ وغیرہ۔اور ہاں وہ جو شاپنگ کروائی تھی"۔ثناء نے اپنے بیگ سے اور نوٹ نکالے اور میز پر رکھ دیے۔" کپڑے، پرفیوم میک اپ کا سامان اور دوسری کئی چیزیں۔میں ان سب چیزوں کے پیسے واپس کرنے آئی ہوں۔جو تم نے مجھ پر خرچ کیے تھے"۔حیدر خان کی سمجھ میں ساری بات آنے لگی۔پر خاموش رہا۔

"یہ اور نوٹ ہیں۔کہیں ایسا نہ ہو یہ رقم کم پڑ جائے"۔اس نے مزید پیسے میز پر رکھے۔اور وہاں سے چلے گئی۔حیدر خان بت بنا رہا۔اسے یقین نہیں آ رہا تھا جو بھی ہوا تھا۔

ثناء کمرے سے باہر نکلی تو مریم وہاں آ رہی تھی۔مریم اسے دیکھ کر خوش ہوئی۔پر ثناء نہیں رکی۔اس نے ثناء کو آوازیں بھی دیں۔پر وہ فوراً وہاں سے نکل گئی۔مریم کمرے میں گئی۔

"ثناء آئی تھی۔کیا کہہ رہی تھی"۔

حیدر خان نے کوئی جواب نہ دیا۔

"میں نے اسے روکا بھی پر وہ رُکی نہیں۔تم نے بھی اسے نہیں روکا"۔مریم کو حیرت ہو رہی تھی۔

"وہ رکنے کے لیے نہیں آئی تھی"۔حیدر خان بھی وہاں سے چلا گیا۔

"اتنا پیار کرتے ہو، ایک دوسرے سے پھر یہ سب۔۔۔"۔مریم نے وہاں فائل رکھی۔جو ندیم بھائی نے اسے دی تھی۔اور خود واپس اپنے گھر آ گئی۔

☆......☆......☆

حیدر خان اس پورے ایک سال میں بہت مصروف رہنے لگا۔ندیم صاحب کے بزنس میں اس نے دل لگا کر کام کیا۔کسی بھی دن چھٹی نہیں کرتا تھا۔پہلے سے بہت سنجیدہ ہو گیا۔دو ماہ کی شادی میں وہ روز رات کو چھت پر جا کر بیٹھتے تھے۔بس یہ کام وہ اب بھی کرتا۔روز رات کو چھت پر جا کر بیٹھ جاتا۔

جو اس کے ساتھ ہوا اس کی اسے امید نہ تھی۔وہ کبھی ثناء پر بھروسہ کرتا تو کبھی اپنے اوپر غصہ کرتا۔ندیم

صاحب کواس کی بہت فکر رہتی۔ پر اسے کچھ نہیں کہتے تھے۔ جانتے تھے کہ اس کے دل پر چوٹ لگی ہے۔ اورانہیں امید تھی ایک دن سچ ضرور سامنے آئے گا۔

☆......☆......☆

ثناء گھر آ گئی۔ ابھی تک امّی ابوّ نہیں آئے تھے۔ اپنے کمرے میں جا کر بہت روئی۔ "اسے آج بھی مجھ پر بھروسہ نہیں، اگر بھروسہ کرتا تو ضرور روک لیتا۔ حیدر خان تم نے میرے ساتھ اچھا نہیں کیا۔ یہ ہماری آخری ملاقات تھی"۔ وہ دل کھول کر روئی۔ اگر اپنے ماں باپ کے سامنے روتی تو وہ ضرور دکھی ہوتے۔ اپنے آپ کو ٹھیک کیا اور کچن میں آ گئی۔ اور کھانا پکانے لگ گئی۔ انکل اکمل اور آنٹی بتول گھر آئے۔ ان کے ہاتھ میں چند کاغذات تھے۔

ثناء نے کھانا لگایا۔ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد انکل نے ثناء کو اپنے پاس بلایا۔ آنٹی بھی پاس آ کر بیٹھ گئیں۔ وہ باہر صحن میں بیٹھ گئے۔ موسم بہت خوش گوار تھا۔

" ثناء میں نے تم کو کچھ بتانا ہے۔ اس سے پہلے یہ بات یاد رکھنا، کہ تمھارے ماں باپ تم سے بہت پیار کرتے ہیں۔ تمھارا ہر فیصلہ ہمیں منظور ہوگا"۔ ثناء گھبرا گئی۔ کہیں ان کی ملاقات حیدر سے تو نہیں ہوئی۔ اور اس نے سب کچھ بتا تو نہیں دیا۔

" بابا آپ ایسا کیوں کہہ رہے ہیں۔ کیا مجھ سے کوئی غلطی ہوئی ہے"۔

" نہیں آپ سے کوئی غلطی نہیں ہوئی، بلکہ ہم نے آپ سے ایک بات چھپائی ہے"۔ انہوں نے ایک لفافے سے چند تصویریں نکالیں۔ اور ثناء کو دیں۔

" یہ کون ہیں؟۔ ثناء نے اپنی ماں کی طرف دیکھ کر سوال کیا۔ انہوں نے گہری سانس لی۔ ثناء ان تصویروں کو دیکھنے لگی۔

" ثناء یہ۔۔۔۔ تمھارے۔۔۔۔ ماں باپ۔۔ ہیں"۔ ثناء کے پیروں سے زمین ہی نکل گئی۔

" امّی۔۔۔ ابوّ کیسی باتیں کر رہے ہیں۔ یہ کیا کوئی۔۔۔ مذاق ہے"۔ وہ اپنے آپ کو تسلی دے رہی تھی۔

" بیٹا یہ سچ ہے۔ تم ہماری اولاد نہیں ہو۔ بلکہ اکمل کے بھائی وقاص اور فاطمہ کی اولاد ہو۔ تم کو یاد ہے۔ یہاں

آنے سے چند دن پہلے ٹی۔وی پر ایک خبر چل رہی تھی۔وہ صاف پانی کے کیس والی۔جس میں متین اور ماریہ کو سزا ہوئی تھی۔اور انہوں نے ایک گھر کو آگ لگائی تھی"۔آنٹی بتول کہتے کہتے رک گئیں۔ثناء غور سے سب سن رہی تھی۔

"وہ تمھارا گھر تھا،میرے بھائی وقاص کا گھر۔آج سالوں بعد دل کو ٹھنڈک ملی ہے۔جب ان دونوں میاں بیوی کو سزا ملی"۔انکل اکمل کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

"پر میں۔۔۔میرا مطلب میں۔۔۔کیسے بچ گئی"۔ثناء آہستہ سے بولی۔

"جیسے اللہ نے رکھنا ہو۔اسے بھلا کون کچھ کہہ سکتا ہے۔اس دن تمھاری سالگرہ تھی۔میں اپنے چاروں بچوں کو لے کر بازار میں گیا تھا۔بتول تمھارے گھر پر تھی۔اور سالگرہ کی تیاری میں مصروف تھی۔جب وہ قیامت ٹوٹی۔اس نے ہمت کر کے تم کو وہاں سے بچالیا۔اسی حادثہ میں تمھاری ٹانگ زخمی ہوئی۔وہ کچھ دیر خاموش رہے۔پھر بولے۔"جب میں وہاں پہنچا تو سب کچھ ختم ہو چکا تھا"۔ثناء کی آنکھوں سے اب آنسو بہنے لگے۔

"ہم نے تم کو چھپا دیا۔میں نے بہت کوشش کی۔مجرموں کو سزا دوں۔تھانے کے بہت چکر لگائے۔پر ان کی پہنچ بہت دور تک تھی۔ہم نے سب کچھ اللہ پر چھوڑ دیا۔اور آج سالوں بعد وہ دونوں اس نئی حکومت کی وجہ سے اپنے انجام کو پہنچ چکے ہیں"۔انکل اکمل نے ثناء کو پیار کیا۔

"تم میرے بھائی کی نشانی ہو۔وہ بہت نیک اور اچھا انسان تھا۔ہر کسی کی مدد کرتا تھا"۔آنٹی بتول نے ثناء کو اپنے ساتھ لگا لیا۔دونوں دیر تک روتی رہیں۔

"تمھاری ماں فاطمہ۔آنٹی بتول نے ان کی تصویر نکالی۔بہت اچھی دوست تھیں میری۔میرے مشکل وقت میں انہوں نے میرا بہت ساتھ دیا تھا۔اللہ ان کو جنت میں جگہ دے"۔ثناء کو یہ سب کسی کہانی کی طرح لگ رہا تھا۔اس شام انکل اکمل ان دونوں کو باہر لے گئے۔تاکہ اس کا دل بہل جائے۔رات کو ثنا بہت دیر تک روتی رہی۔انکل اکمل کے پاس کاغذات تھے۔جس میں ثبوت تھا کہ ثناء ہی وقاص کی بیٹی تھی۔چند دن کی اور محنت سے ثناء کو اپنے ماں باپ کی جائیداد مل گئی۔اور چند دن مزید رکنے کے بعد وہ واپس ترکی واپس روانہ ہو گئے۔

☆......☆......☆

صدیق خان کو جیسے خبر ملی۔وہ سیدھا ہسپتال پہنچ گیا۔وہاں پر پولیس بھی موجود تھی۔سنبل کے بازو پر پٹی بندھی تھی۔ایک اور سٹوڈنٹ کے سر پر پٹی بندھی تھی۔اور اس کے والدین غصے سے صدیق کو دیکھ رہے تھے۔

"سر ہم کو آپ سے کچھ بات کرنی ہے۔آپ ہمارے ساتھ چلیں"۔پولیس والا صدیق کو ایک کمرے میں لے گیا۔دونوں کرسی پر آمنے سامنے بیٹھ گئے۔

"سر آپ کی بیٹی سنبل نے اس بچہ کو مارا ہے"۔

"پر چوٹ میری بیٹی کو بھی لگی ہے"۔صدیق فورا بولا۔

"سر سب سٹوڈنٹ کا کہنا ہے۔کہ شروعات آپ کی بیٹی نے کی تھی۔اس کی ماں کہاں ہیں؟۔ہم نے ان کو کتنے فون کیے ہیں۔پر وہ کال نہیں اٹھا رہیں"۔پولیس والے نے بتایا۔صدیق اس بات پر خاموش ہو گیا۔ایک لیڈی ڈاکٹر اندر داخل ہوئی۔وہ بھی پاس بیٹھ گئی۔

"سر مجھے آپ کی بیٹی گھر کے حالات کی وجہ سے کچھ ڈسٹرب لگ رہی ہے۔وہ کچھ بول بھی نہیں رہی"۔ڈاکٹر نے بتایا۔

"مجھے معاف کر دیں۔میں کوشش کروں گا۔کہ اب کوئی شکایت نہ آئے"۔صدیق باہر آیا۔اس بچے کے والدین سے بھی معافی مانگی۔چونکہ سنبل کو بھی چوٹ آئی تھی۔اس لیے انہوں نے معاف کر دیا۔وہ سنبل اور زین کو لے کر گھر آ گیا۔ان کی نانی گھر پر آئیں تھیں۔وہ سنبل کو دیکھ کر پریشان ہو گئیں۔انہوں نے بچوں کو دودھ دے کر سلا دیا۔

"صنم کہاں ہے؟ جب بھی بچوں کو اس کی ضرورت ہوتی ہے۔وہ گھر پر موجود نہیں ہوتی"۔صدیق کچن میں اپنی ساس کے پاس کھڑا تھا۔

"میں نے اس کو ہزار بار سمجھایا ہے۔پر وہ وہی کرتی ہے۔جو اس کے دماغ میں چل رہا ہوتا ہے۔اب بھی اپنی دوستوں کے ساتھ دوسرے شہر اپنی سہیلی کی شادی پر گئی ہے"۔وہ اپنی بیٹی کی حرکت پر بہت شرمندہ تھیں۔پر جھوٹ بھی نہیں بول سکتی تھیں۔

"میں کیا کروں اس عورت کا۔آپ کو دیکھ کر سمجھ گیا۔کہ گئی ہو گی سیر کرنے تبھی آپ کو یہاں چھوڑ دیا۔میں اپنا

اتنا اہم کام چھوڑ کر آیا ہوں"۔وہ اپنا سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔

"مجھے معاف کردو۔ایسا کرو اسے پاکستان لے جاؤ"۔نانی نے مشورہ دیا۔صدیق خان ہنس پڑا۔

"اسے کبھی عقل نہیں آئے گی"۔

"تو پھر تم دوسری شادی کرلو"۔انہوں نے کھانا اپنے داماد کے آگے رکھا۔صدیق خان ان کا چہرہ دیکھنے لگا۔

"میں صرف بچوں کی وجہ سے چپ ہوں۔ابھی بہت چھوٹے ہیں"۔وہ کھانا کھانے لگا۔

"اللہ تمھاری مشکلات آسان کرئے"۔انہوں نے اسے دعا دی اور بچوں کے کمرے پاس چلی گئیں۔

☆......☆......☆

حیدر خان اور صدیق خان دو بھائی تھے۔ان کے ابّو ایک فیکٹری میں سالوں سے ملازمت کر رہے تھے۔وہ فیکٹری ندیم خان کے ابّو کی تھی۔وہ اپنا کام ایمانداری سے کرتے اس لیے ندیم خان کے والد کے پسندیدہ ملازم تھے۔انہوں نے کچھ رقم جمع کی۔اور صدیق خان کو باہر کے ملک بھیج دیا۔ان کو تھا کہ وہ حیدر خان اور اپنی ماں باپ کی ذمہ داری اٹھائے گا۔پر اس نے وہاں شادی کرلی۔خود وہ بیمار پڑ گئے۔انہیں کینسر ہو گیا۔

حیدر خان نے ان کو خط لکھا اور ساری صورت حال سے آگاہ کیا۔پر وہ خط صنم کے ہاتھ لگ گیا۔کینسر کے لیے اچھی خاصی رقم چاہیے تھی۔پر صنم ایسا کیوں ہونے دیتی۔حیدر خان نے بہت چھوٹی عمر میں کالج کے ساتھ نوکری بھی شروع کرلی۔ان کے والد اللہ کو پیارے ہو گئے۔حیدر خان تب ندیم کے پاس کام کرنے لگا۔تھوڑے عرصے بعد ان کی والدہ بھی بیمار پڑ گئیں۔حیدر خان نے ایک بار پھر اپنے بھائی کو بتایا۔پر جب وہ پاکستان لوٹے تو ان کی والدہ بھی اللہ کو پیاری ہو گئیں۔اسی بات پر حیدر خان اور صدیق کی بحث ہو گئی۔جس کا فائدہ صنم نے اٹھایا۔اور حیدر خان کی خوب بے عزتی کی۔اور ان دونوں بھائیوں میں خوب لڑائی کروائی۔وہ دونوں واپس چلے گئے۔اور حیدر خان تنہا رہ گیا۔تب ندیم ہمیشہ کے لیے اسے اپنے ساتھ لے گیا۔

وقت گزر گیا۔صدیق خان کو اپنی غلطی کا احساس ہوا۔اس نے بعد میں کئی بار حیدر سے معافی مانگی۔صدیق خان نے اسے اپنے پاس امریکہ بھی بلایا۔پر صنم کی حرکتوں کی وجہ سے وہ اور بدظن ہو گیا۔اور پاکستان ندیم کے پاس آ گیا۔

حیدر خان صرف اس شرط پر ندیم کے پاس رُکا کہ وہ کام کرئے گا۔اور کمائے گا۔ بھلا ایک خان کب برداشت کر سکتا ہے کہ مفت کی کمائی کھائے۔تب سے ندیم اور حیدر خان ایک ساتھ ہیں۔

☆......☆......☆

"صاحب مجھے معاف کر دیں۔ مجھ سے بہت بڑی غلطی ہو گئی"۔ وہ لگا تار رو رہی تھی۔اس کی آواز سن کر سحرش اپنے کمرے سے نیچے آ گئی۔

"کیا ہوا ہے؟ کیوں رو رہی ہو"۔سحرش ماسی کو دیکھ کر پریشان ہو گئی۔

"مجھ سے غلطی ہو گئی"۔ماسی لگا تار روئے جا رہی تھی۔ندیم صاحب، مریم اور کریم بھی اس کی آوازیں سن کر آ گئے۔حیدر خان کسی کام کے سلسلے میں آیا تھا۔وہ بھی ماسی کی ایسی حالت پر پریشان ہوا۔

"ماسی کچھ منہ سے بولو گی بھی۔کہ کیا ہوا ہے"۔سحرش کو اب غصہ آنے لگا۔

"میں لالچ میں آ گئی۔جس کی سزا میرے بیٹے کو مل رہی ہے"۔وہ روتے ہوئے بولی۔

"کیوں تم نے کیا کر دیا"۔ندیم صاحب بولے۔

"میں نے کسی کے گھر آگ لگائی تھی۔وہ آگ میرے گھر لگ گئی"۔ماسی کا رونا اب بھی کم نہ ہوا۔

"کیا کر دیا آپ نے"۔اب مریم غصے سے بولی۔

"وہ۔۔۔وہ۔۔۔ثناء"۔ماسی نے اپنا چہرہ دوپٹہ میں چھوپا لیا۔سب کے کان کھڑے ہو گئے۔خاص کر حیدر خان کے۔

"ثناء کیا ہوا اسے"۔مریم پھر بولی۔

"تم نے ثناء کا نام کیوں لیا"۔اب کی بار حیدر خان زور سے بولا۔

"میں۔۔۔میں۔۔۔نے۔۔اس بیچاری۔۔۔پر چو۔۔۔چوری کا۔۔۔الزام لگایا تھا"۔ماسی نے اصل وجہ بولی۔حیدر خان کو چکر آ گیا۔پاس پڑے صوفے پر بیٹھ گیا۔سب حیران رہ گئے۔

"تم نے ایسا کیوں کیا"۔ندیم صاحب کا صبر جواب دئے گیا۔

"وہ میرا بیٹا ہسپتال میں ہے صاحب۔۔"۔ماسی اب ہاتھ جوڑنے لگی۔

" وہ کچھ پوچھ رہیں ہیں"۔ سحرش نے پوچھا۔ حیدر خان اب بھی خاموش تھا۔ کریم نے اسے پانی لا کر دیا۔

"ان کا فون آیا تھا"۔ ماسی نے بتایا۔

" کس کا فون آیا تھا"۔ سحرش اس کے پاس بیٹھ گئی۔

" تم ایک بار پوری بات کیوں نہیں بتا سکتی"۔ اب کی بار کریم بولا۔

" وہ میرے بیٹے نے دوکان کھولنی تھی۔ مجھے کچھ رقم چاہیے تھی۔ اس دن میں آپ کے گھر کام کر رہی تھی۔ صنم باجی کا امریکہ سے فون آیا۔ انہوں نے کہا اگر تم ثناء پر چوری کا الزام لگا دو۔ تو میں تم کو ایک لاکھ روپے دوں گی۔ میں ان کی باتوں میں آ گئی۔ میں نے ہی آپ کے کمرے سے سونا چوری کر کے ثناء بی۔ بی کی الماری میں رکھا تھا"۔ ماسی اب حیدر خان سے ہاتھ جوڑ کر معافی مانگنے لگی۔

صنم کا نام سن کر حیدر خان آگ بگولہ ہو گیا۔ کریم نے بڑی مشکل سے اسے سنبھالا۔

" مجھے میرے کیے کی سزا مل گئی۔ سحرش بی۔ بی میں نے جان کر آپ کو ثناء سے بدظن کرنے کی کوشش کی تھی۔ جن پیسوں سے میں نے اپنے بیٹے کو دوکان کھول کر دی تھی۔ کل اسی دوکان میں آگ لگ گئی۔ اسے بہت چوٹیں آئیں ہیں"۔ ماسی اب سسکیاں لینے لگی۔

" تم دفع ہو جاؤ یہاں سے۔ اگر تم مجھ سے پیسے مانگتی تو کیا میں تم کو پیسے نہیں دیتی"۔ سحرش نے اسے ساتھ دو تین گالیاں نکالی۔

" آج کے بعد یہاں کام کے لیے نہیں آنا"۔ ندیم خان نے اسے چند نوٹ دیے۔ اور اس کی چھٹی کروا دی۔ وہ روتی ہوئی وہاں سے چلے گئی۔

حیدر خان اپنے کمرے میں آ گیا۔ کریم اس کے پاس جانے لگا۔ پر ندیم خان نے اسے روک دیا۔

حیدر خان اپنے کمرے میں سارا دن بند رہا۔ کریم کئی بار اس کے پاس گیا۔ پر اس نے دروازہ نہ کھولا۔ حیدر خان آج جلد ہی گھر سے نکل گیا۔

صبح کا وقت تھا۔ ابھی سورج بھی نہیں نکلا تھا۔ حیدر خان باہر ایک باغ میں آ کر بیٹھ گیا۔ دل پر بہت بوجھ تھا۔ بار بار ثناء کا چہرہ سامنے آ جاتا۔ جب وہ حیدر خان سے معافی مانگ رہی تھی۔ اور اس نے اس پر بھروسہ نہیں

کیا۔اوراسے گھر سے نکال دیا۔صنم کے نام سے بھی اسے نفرت ہونے لگی۔

"میں تم سے اپنی توہین کا بدلہ ضرور لوں گی"۔صنم کے الفاظ اسے سنائی دینے لگے۔حیدر خان اٹھ کر کھڑا ہوا۔اسے یوں لگا کہ اس کا دل پھٹ جائے گا۔وہ بھاگنے لگا، بہت دیر تک بھاگتا رہا۔باغ کے چکر کاٹتا رہا۔جب سانس پھول گئی اور ہمت جواب دے گئی۔تو زمین پر بیٹھ گیا۔اور رونے لگا۔

جب کانوں میں اذان کی آواز سنائی دی۔تو خاموش ہو گیا۔پھر اٹھا اور چلنے لگا۔مسجد میں جا کر نماز ادا کی۔اور دیر تک ادھر بیٹھا رہا۔ندیم صاحب وہاں نماز پڑھنے آئے حیدر پر نظر پڑی۔اسے گھر لے آئے۔حیدر خان کو تیز بخار ہو گیا۔تین دن شدید بخار میں رہا۔ندیم نے اسکا بہت خیال رکھا۔

"حیدر میری ایک بات مانو گے، پلیز"۔سحرش اور ندیم صاحب حیدر کے کمرے میں تھے۔

"جی بھابھی بولیں"۔حیدر خان فورا بولا۔

"تم ثناء کو واپس کیوں نہیں لے آتے"۔سحرش نے مشورہ دیا۔حیدر خان خاموش ہو گیا۔

"اب تم کو معلوم ہو گیا ہے، کہ ثناء نے کچھ نہیں کیا۔تو اسے واپس لے آؤ۔کب تک یوں رہو گے"۔

"بھابھی بہت دیر ہو گئی ہے"۔حیدر خان نے منہ جھکا لیا۔جیسے شرمندہ ہو۔

"سحرش وہ ابھی تو ٹھیک ہوا ہے"۔ندیم صاحب نے سحرش کو ٹوکا۔

"کیا آپ نہیں چاہتے۔کہ حیدر بالکل پہلے جیسا ہو جائے"۔

"ہاں چاہتا تو ہوں"۔

"تو ثناء کے واپس آ جانے سے دیکھ لینا۔حیدر خان فوراً ٹھیک ہو جائے گا۔کیوں حیدر خان؟"۔سحرش نے حیدر سے پوچھا۔

"کس منہ سے اس کا سامنا کروں۔اور اس سے معافی مانگوں"۔حیدر اب چابی سے ہاتھ پر لکیریں لگانے لگا۔

"ویسے تمہاری بھابھی ٹھیک کہہ رہی ہیں۔اب پلیز اور دیر نہ کرنا۔اس کے پاس ترکی چلے جاؤ"۔ندیم صاحب نے بھی اپنی بیگم کا ساتھ دیا۔

" سر کیا وہ مجھے معاف کردئے گی" ۔حیدر خان کو فکر ہونے لگی۔

" خان کب سے ڈرنے لگے۔غلطی کی ہے تو معافی تو مانگنی پڑئے گی" ۔سحرش مسکرا کر بولیں۔

" یار پیار کیا ہے۔تو اب پیار نبھاؤ بھی۔اب اور دیر نہ کرنا۔یہ بھی سوچو اس بیچاری پر کیا بیت رہی ہو گی" ۔ندیم صاحب نے اس کے کندھے پر اپنا ہاتھ مارا۔

" ٹھیک ہے۔جو سب سے پہلی فلائٹ ملتی ہے۔اس سے جاتا ہوں" ۔حیدر اٹھ کر کھڑا ہوا اور اپنی الماری کی طرف بڑھ گیا۔

ندیم صاحب اور سحرش جانے لگے۔

" یہ مجھ سے ان کے گھر کا پتہ لے جانا۔اور میرے ایک دوست کے گھر رُک جانا۔" ۔ندیم نے اس پتہ دیا۔

سحرش کو حیرت ہوئی۔

جب سحرش اور ندیم صاحب اپنے گھر آئے۔تو سحرش ندیم کے لیے چائے بنانے لگی۔ندیم بہت خوش لگ رہا تھا۔

" آپ سے ایک بات پوچھوں؟" ۔سحرش نے سوال کیا۔

" ہاں پوچھو" ۔ندیم کچن میں اس کے پاس بیٹھ گیا۔

" آپ کے پاس ثناء کے ترکی والے گھر کا پتہ کہاں سے آیا" ۔سحرش نے چائے میں چینی ڈالی۔

" سحرش ،تم کو ایک بات کی حیرت نہیں ہوئی" ۔

" کس بات کی" ۔

" کہ آج تک اکمل صاحب نے ہم سے ثناء کے بارے سوال کیوں نہیں کیا۔وہ اس لیے جب ثناء یہاں سے گئی تھی۔تو میں نے اکمل صاحب کو ساری صورت حال سے آگاہ کر دیا تھا۔اور یہ بھی کہا تھا کہ ثناء ان کی ذمہ داری ہے" ۔ندیم صاحب نے مزئے سے چائے کا سپ لیا۔

" آپ نے مجھے کیوں نہیں بتایا۔مجھے ثناء کی فکر رہتی تھی" ۔سحرش نے شکوہ کیا۔

" اب بس دعا کرو کہ سب ٹھیک ہو جائے۔مجھے حیدر خان پر پورا بھروسہ ہے۔وہ اسے منا لے گا" ۔

"اللہ دونوں کو ہمیشہ خوش رکھے۔مگر یاد رکھنا اس صنم کی بچی کو میں کبھی معاف نہیں کروں گی"۔سحرش نے غصے سے کہا۔

☆......☆......☆

"تم کو شرم نہیں آئی، ایسی حرکت کرنے سے پہلے۔میں اب ساری زندگی تم کو کبھی معاف نہیں کروں گا"۔صدیق خان اس سے پہلے اتنے غصے میں کبھی نہیں آئے۔صنم کے رنگ اڑ گئے۔

"میں۔۔۔میں نے کیا کردیا"۔وہ ڈرتے ہوئے بولی۔

"تم کو جیسے نہیں معلوم۔ہر بار غلط کام کرتی ہو اور معصوم بن جاتی ہو۔میں پوچھتا ہوں کیا بگڑا تھا اس بچارے نے تمھارا"۔وہ اب بھی چیخ رہا تھا۔

"میں نے کچھ نہیں کیا"۔وہ بڑبڑائی۔

"ناگن ہو ڈس کر چھوڑتی ہو۔مجھے نہیں معلوم تھا کہ تمھارے اندر اتنا زہر بھرا ہوا ہے"۔اس نے گلاس اٹھا کر دیوار پر مارا۔صنم خاموش رہی۔

" کس چیز کی کمی تھی تمھیں۔اتنا بڑا گھر ہے۔گاڑی ہے ہر دوسرے دن شاپنگ کرنے جاتی ہو۔اپنی مرضی کی مالک ہو۔نہ سسرال ہے نہ میں نے کبھی روک ٹوک کی ہے۔کام والی آتی ہے۔ساری صفائی کر کے جاتی ہے۔کس بات کی تکلیف ہے۔تم مجھے بول دوٗ آج"۔صدیق کا پارہ اور چڑھ گیا۔

"وہ۔۔وہ۔۔۔"۔صنم کے پاس کہنے کو کچھ نہ تھا۔

"صنم میرے تک تو ٹھیک تھا۔پر جو تم نے میرے بھائی کے ساتھ کیا ہے۔وہ میں تم کو اپنی آخری سانس تک معاف نہیں کروں گا"۔صدیق نے گاڑی کی چابی لی اور گھر سے نکل گیا۔صنم کو ٹھنڈے پسینے آنے لگے۔آج پہلی بار صدیق کو اتنے غصے میں دیکھا تھا۔

☆......☆......☆

حیدر خان ترکی ائیر پورٹ پر اترا۔تو وہاں شدید ٹھنڈ تھی۔اپنا کوٹ پہنا۔سامان لیا اور باہر آ گیا۔وہاں ندیم خان کا دوست موجود تھا۔جو اسے اپنے گھر لے گیا۔کھانا کھانے کے بعد حیدر خان اپنے کمرے میں آ گیا۔کافی

کا کپ ہاتھ میں تھا۔کھڑکی سے باہر دیکھنے لگا۔

" ثناء میں جانتا ہوں کہ میرا جرم بہت بڑا ہے۔تم کو میں نے بہت تکلیف دی ہے۔مجھے تم پر بھرسہ کرنا چاہیے تھا۔یا اللہ سچے دل کے ساتھ آیا ہوں۔ مجھے ہمت دینا۔۔"۔اپنے آپ کو حوصلہ دئے رہا تھا۔باہر شدید برف باری شروع ہو گئی۔ندیم صاحب کا فون آیا۔ان سے کافی دیر تک باتیں کرتا رہا۔

اللہ پاک معاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔یہی سوچ کر گھر سے نکلا۔ندیم صاحب کے دیے ہوئے پتے پر پہنچ گیا۔کچھ دیر گھر کے باہر گاڑی کے پیچھے چھپ کر کھڑا رہا۔ہمت نہیں ہو رہی تھی۔اندر جانے کی۔پہلے انکل اکمل اور ان کے ساتھ دو بچے باہر آئے۔شاید پاس والی مارکیٹ جا رہے تھے۔

حیدر خان ابھی سوچ ہی رہا تھا کہ کیا کرے۔ثناء پر نظر پڑی۔وہ باہر آئی۔دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔وہ بالکل ویسی ہی تھی۔پورے دو سال چار ماہ بعد اسے دیکھ رہا تھا۔جینز کے اوپر لونگ کوٹ پہنا ہوا تھا۔ہاتھ میں بیساکھی تھی۔کندھے پر بیگ تھا۔

حیدر خان اس کے پیچھے چلنے لگا۔آج سورج نکلا ہوا تھا۔وہ سڑک کے کنارے آرام، آرام سے چل رہی تھی۔برف کی وجہ سے سڑک پھسل رہی تھی۔وہ لگاتار اس کے پیچھے آ رہا تھا۔ایک جگہ بہت زیادہ برف پڑی تھی۔ثناء وہاں سے گزرنے لگی کہ اس کی بیساکھی وہاں پھنس گئی۔ثناء نے زور لگایا۔حیدر خان نے آگے بڑھ کر اس کی بیساکھی نکالی۔

" آپ رہنے دیں پلیز، مجھے کسی کی مدد نہیں چاہیے"۔ثناء نے ابھی تک اسے نہیں دیکھا تھا۔حیدر خان جیسے اٹھا ثناء کی نظر اس پر پڑی۔ثناء اسے دیکھتی رہ گئی۔حیدر خان کو سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ اس سے نظریں ملائے، یا پھر اس سے نظریں چرائے۔

" کیسی ہو؟"۔بڑی ہمت کر کے بولا۔ثناء کو یقین نہیں آیا۔آگے بڑھنے لگی۔حیدر اس کے ساتھ چلنے لگا۔

"بہت ٹھنڈ ہے یہاں پر"۔حیدر نے پھر بات کرنے کی کوشش کی۔

"تو واپس چلے جاؤ۔"۔ثناء نے اب اپنی رفتار تیز کر لی۔

"تم نے بتایا نہیں کیسی ہو؟"۔حیدر خان اب اپنے دونوں ہاتھ آپس میں رگڑ رہا تھا۔تا کہ سردی سے بچ سکے۔

"اللہ کا شکر ہے۔عزت سے جی رہی ہوں"۔وہ شاید طنز تھا۔

"کیا ہم کہیں بیٹھ کر بات کر سکتے ہیں"۔

"مجھے نہیں لگتا"۔ثناء کی لائبریری آ گئی۔اور وہ اندر جانے لگی۔

"ثناء صرف پانچ منٹ"۔حیدر خان نے اسے روکنے کی کوشش کی۔

"میں غیروں سے بات نہیں کرتی"۔ثناء نے مڑ کر اسے دیکھا۔"مجھ سے کوئی امید نہ رکھنا"۔وہ اندر چلے گئی۔حیدر خان کی ہمت نہ ہوئی اسے پھر روکنے کی۔وہ باہر ہی رک گیا۔

"بڑی پیاری لگ رہی تھی"۔حیدر خان مسکرانے لگا۔وہ ادھر ہی چکر لگانے لگا۔اور سوچنے لگا کہ کیسے مناؤں اپنی بیگم کو۔اندر جانے کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔لائبریری تھی اور لائبریری کا پہلا اصول خاموشی ہے۔

چار بجے ثناء باہر آئی۔حیدر خان باہر ہی تھا۔شاید اس نے اسے نہیں دیکھا تھا۔ثناء ایک ٹیکسی میں بیٹھ گئی۔حیدر خان اس کا پیچھا کرنے لگا۔وہ ایک مارکیٹ کے پاس اتری۔کرایہ دیا اور اندر چلے گئی۔حیدر خان کے پاس یہی سب سے اچھا موقع تھا۔وہ بھی اندر آ گیا۔ثناء کی اس پر نظر پڑی۔

"تم یہاں کیا کر رہے ہو"۔ثناء کو اب غصہ آیا۔

"بس پانچ منٹ میری بات سن لو"۔وہ دونوں لگاتار چل رہے تھے۔"ایک بار بات سن لو"۔حیدر خان نے اس سے درخواست کی۔

"تم یہاں سے چلے جاؤ۔مجھ سے کوئی امید نہ رکھنا"۔ثناء ایک دوکان میں گھس گئی۔

"ایک بار صفائی پیش کرنے دو"۔حیدر خان اب بھی اس کے پیچھے تھا۔

"کیا تم نے مجھ کو صفائی کا موقع دیا تھا"۔ثناء نے ایک پرفیوم پکڑ لیا۔"دیکھو آج اپنی کمائی سے سب کچھ خرید رہی ہوں۔حیدر آج تم کو ایک بات بتاتی ہوں۔جب میری آپ سے شادی ہوئی تو مجھے آپ سے محبت ہو گئی۔میں نے اپنا حق سمجھ کر وہ شاپنگ کی تھی۔اگر تم کو یاد ہو تو، تمھاری خدمت میں بھی کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔میرے نزدیک تمھارا رتبہ بہت بلند تھا کہ تم نے مجھ جیسی سے شادی۔۔۔"۔

"ثناء"۔حیدر نے اس کی بات کاٹ دی۔"میں مانتا ہوں کہ مجھے تم کو سمجھنے میں غلطی ہوئی ہے۔پر ایسا مت

کہو۔ اللہ نے سب انسانوں برابر بنایا ہے۔ یہ ہم انسانوں کی سوچ ہے کہ کون اونچا ہے اور کون کمتر۔ میں نے تم پر کوئی احسان نہیں کیا۔ تم میری پہلی اور آخری پسند ہو"۔ ثناء کچھ دیر خاموش رہی پھر بولی۔

"حیدر اگر مجھے پسند کرتے ہو، تو یہاں سے چلے جاؤ۔ ہم دونوں کے راستے جدا ہیں"۔

"ثناء، میں اس سارے عرصے میں دعا کرتا رہا کہ ہم ایک ہو جائیں۔ اور ساتھ مل کر زندگی گزاریں"۔

"اور میری خواہش ہے کہ میں تمھاری شکل کبھی نہ دیکھوں۔ اللہ حافظ"۔

وہ وہاں سے چلے گئی۔ حیدر خان اسے کھڑا دیکھتا رہا۔

ثناء نے کچھ شاپنگ کی، اور مارکیٹ سے باہر آ گئی۔ بڑی مشکل سے اپنے آنسوؤں کو روکا۔ پاس ایک بینچ پر بیٹھ گئی۔ ماضی کو یاد کرنے لگی۔ اسے کچھ شور سنائی دیا۔ اس نے نظر انداز کر دیا۔ کچھ دیر کے بعد شور بڑھ گیا۔ اس نے مڑ کر دیکھا تا کہ وجہ معلوم کر سکے۔ اس کا سامان وہیں گر گیا۔ جس مارکیٹ سے نکلی تھی۔ اس میں آگ لگ گئی تھی۔

"حیدر، حیدر تو اندر ہی تھا"۔ وہ اندر کی طرف بھاگی۔ پر تب تک پولیس آ چکی تھی۔ وہ لوگوں کو باہر نکالنے میں مدد کر رہے تھے۔ ایسے میں ثناء کو اندر جانے سے روک دیا۔

"Kocam" میرا شوہر"۔ وہ چلائی۔ ثناء نے پولیس والوں کو بتانے کی کوشش کی۔ اسے کئی دھکے پڑے۔ اتنے شور میں کون کس کی سنتا ہے۔ لوگ پاگلوں کی طرح باہر کی طرف بھاگ رہے تھے۔ وہاں فائر بریگیڈ اور ایمبولینس بھی پہنچ گئیں۔ ایک پولیس والے نے ثناء کو پکڑ کر باہر نکال دیا۔ اب وہ سب اپنا کام کرنے لگے۔ ثناء رونے لگی اسے سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ کہ کیا کرے۔ بہت سے لوگ زخمی ہوئے تھے۔ سارے زخمیوں کو قریبی ایک ہسپتال میں بھیجا گیا۔ شام ہو چکی تھی۔ اس سے پہلے وہ کبھی اتنی دیر تک باہر نہیں رکی۔

ہمت کر کے وہ قریبی ہسپتال پہنچی۔ وہاں لوگوں کی بھیڑ تھی۔ کاونٹر تک پہنچی۔ پر بہت سے لوگ اپنے پیاروں کا پوچھ رہے تھے۔ ایک نرس نے بتایا" جتنے بھی مریض ابھی آئے ہیں۔ وہ ساتھ والے فلور میں ہیں"۔

ساتھ والے فلور میں گئی۔ سارے مریضوں کو دیکھا۔ پر اس میں حیدر خان کہیں نہیں تھا۔ "اتنا تو مجھے پکا معلوم ہے کہ وہ اندر ہی تھا پر گیا کہاں؟"۔ موبائل کی رنگ بجی۔ بابا کا فون تھا۔ ان کو ساری صورت حال سے

آ گاہ کیا۔

ثناء کو اپنے اوپر غصہ آنے لگا۔ وہیں زمین پر بیٹھ گئی۔ کیا ضرورت تھی اسے وہ سب بکواس کرنے کی۔ اللہ سے دعا مانگنے لگی۔۔۔۔ ایک بار پھر کاونٹر تک پہنچی۔ اب رش کچھ کم تھا۔ آخر کا حیدر کا پتہ چل گیا۔

نرس اسے اپنے ساتھ ایک وارڈ روم میں لے گئی۔ ڈاکٹر اس کا معائنہ کر رہے تھے۔ ہمت نہیں ہو رہی تھی۔ آگے بڑھنے کی۔ ثناء درود شریف پڑھنے لگی۔

ڈاکٹر پٹی کر کے باہر گئے۔ وہ حیدر ہی تھا۔ سارے جسم پر چوٹیں موجود تھیں۔ وہ پاس کرسی پر بیٹھ گئی۔ وہ ابھی بیہوش تھا۔ ثناء نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ آنسو بہنے لگے۔ انکل اکمل اور اجمل بھائی آ گئے۔

"بابا۔۔وہ۔۔حیدر"۔ ثناء انکل اکمل سے لپٹ کر رونے لگی۔ انہیں حیرت ہوئی حیدر کو وہاں دیکھ کر۔ پر بیٹی کی وجہ سے خاموش ہو گئے۔ اور ویسے بھی تھا تو اس کا شوہر ہی۔ ایک ڈاکٹر اندر آیا۔ حیدر خان کو چیک کیا۔ کچھ دوائیاں لکھ کر دیں۔ رات کافی ہو گئی۔ اجمل کھانے کے لیے کچھ لایا۔ وہ دونوں گھر چلے گئے۔ کیونکہ ڈاکٹر نے بتایا تھا۔ کہ اب حیدر خان خطرے سے باہر ہے۔ ثناء کرسی پر بیٹھی تھی۔ جب حیدر کی آنکھ کھلی۔ ثناء اٹھ کر کھڑی ہوئی۔

"اب۔۔کیسی طبیعت ہے"۔ ثناء پھر ڈاکٹر کو بلا لائی۔ ڈاکٹر کے جانے کے بعد اس کے پاس بیڈ پر بیٹھ گئی۔

"کیسے ہو"۔

"ٹھیک۔۔۔ہوں"۔ حیدر نے اٹھنے کی کوشش کی۔ ثناء نے اسے لیٹے رہنے دیا۔

"کچھ چاہیے پانی دوں پینے کے لیے"۔ ثناء نے اسے پانی پلایا۔

"تم رو کیوں رہی ہو"۔ حیدر کی نظر ثناء پر تھیں۔

"آنکھ میں کچھ چلا گیا ہے"۔ ثناء کو غصہ لگا۔ اسے نہیں معلوم کیوں رو رہی ہوں۔

"تم نے کھانا کھایا؟"۔ حیدر نے پوچھا۔

"ہاں ابھی بریانی اور آئس کریم کھائی ہے"۔ ثناء کو پھر غصہ آیا۔ حیدر نے اسے غور سے دیکھا۔ صبح سے اب تک اس کا حلیہ بگڑ چکا تھا۔ آنکھیں سوجی ہوئیں تھیں۔

"ڈاکٹر سے پوچھو چھٹی کب ملے گی۔ مجھے گھر جانا ہے"۔

"اپنی حالت دیکھی ہے۔ چپ رہو۔ دوائی کا ٹائم ہو گیا ہے"۔ ثناء نے اسے دوا دی۔

"میرا ایک چھوٹا سا کام کرو گی"۔

"جی، بولیں"۔

"ثناء، جاؤ واش روم منہ ہاتھ دھو کر فریش ہو جاؤ۔ پھر کھانا کھاؤ۔ تاکہ میں سکون سے سو جاؤں"۔ ثناء پہلے تو اس کی شکل دیکھنے لگی۔ اس کو اس حالت میں اور تکلیف نہیں دینا چاہتی تھی۔ اٹھ کر واش روم گئی۔ فریش ہوئی۔ حیدر ابھی اٹھا ہوا تھا۔ واپس آ کر حیدر کے پاس بیٹھ گئی۔

"تم کھانا کھا لو"۔

"حیدر مجھے بھوک نہیں ہے"۔

"ثناء میں بالکل ٹھیک ہوں۔ تم پلیز کھانا کھا لو"۔ حیدر نے پھر کہا۔ ثناء نے کھانا کھایا، اور اس کے پاس ہی سو گئی۔

☆......☆......☆

حیدر خان دو دن ہسپتال میں رہا۔ ثناء اسے اپنے ساتھ گھر لے آئی۔ گھر والے بھی سب خاموش تھے۔ ویسے بھی ندیم خان نے فون کر کے ان کو ساری تفصیل سے آگاہ کر دیا تھا۔

اس دن سارا دن برف باری ہوتی رہی۔ حیدر بستر پر لیٹا اپنا موبائل دیکھ رہا تھا۔ شام ہو گئی تھی۔ ثناء اندر داخل ہوئی۔ کچھ کھانے پینے کا سامان ساتھ لائی تھی۔

"آج بہت ٹھنڈ ہے"۔ حیدر خان نے ثناء کو دیکھ کر کہا۔ وہ کچھ خاموش تھی۔ حیدر خان نے اس کی خاموشی محسوس کی۔ ثناء کچن میں سامان رکھ رہی تھی۔

"امّی نے کھانا بھیج دیا ہے"۔ حیدر پھر بولا۔

"ہوں"۔ وہ کھانا گرم کر کے لائی۔ ثناء نے اسے کھانا کھلایا۔

"میں امّی کے پاس سے ہو کر آتی ہوں"۔ ثناء وہاں سے چلے گئی۔ حیدر دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ " لگتا

ہے ابھی تک ناراض ہے"۔

ثناء کچھ دیر بعد نیچے آئی۔اس کے ہاتھ میں ایک بیگ تھا۔

" آپ ابھی تک جاگ رہے ہیں۔یہ آپ کا دوست آپ کا سامان دے گیا ہے"۔

" شکر ہے۔میں ذرا نہا لوں۔بہت الجھن ہو رہی ہے"۔حیدر بیگ سے کپڑے نکالنے لگا۔سارا سامان نکال کر باہر رکھ دیا۔

" آپ صبح نہا لینا۔ابھی کتنی ٹھنڈ ہے"۔ثناء نے اسے روکا۔

" نہیں،بس جلدی آ جاؤں گا"۔اپنے کپڑے پکڑے اور واش روم گھس گیا۔ثناء نے اس کا سامان ٹھیک کیا۔وہ نہا کر آیا۔اور فورا بستر میں گھس گیا۔

" اللہ اتنی ٹھنڈ ہے"۔ثناء اسکی حرکت پر ہنسنے لگی۔

" بیگم ایک کپ کافی بنا دو"۔ثناء نے ایک اور کمبل حیدر پر دیا۔اور کافی بنا کر لائی۔ثناء بیڈ پر اس کے پاس بیٹھ گئی۔دونوں کافی پینے لگے۔

" ثناء ایک بات پوچھوں۔کیا مجھ سے ناراض ہو"۔ثناء کا دھیان ٹی۔وی کی طرف تھا۔وہ خاموش رہی۔

" ایک بات بتاؤں۔مجھے تم پر بھروسہ تھا۔جانتا تھا کہ تم نے چوری نہیں کی"۔ثناء اسے حیرت سے دیکھنے لگی۔" مجھے وہ سب بکواس نہیں کرنی چاہیے تھی۔نہ جانے مجھے کس بات کا غصہ تھا۔جو میں نے تم پر نکال دیا۔

" پھر وہ چوری۔اور وہ سب۔۔"۔حیدر نے اسے ساری بات بتائی۔

" اور بھابھی صنم"۔ثناء نے پوچھا۔

" نام مت لو اس کا۔میں اسے کبھی معاف نہیں کروں گا"۔وہ کافی پینے لگا۔

" حیدر معاف کرنے والوں کو اللہ بھی پسند کرتا ہے"۔ثناء نے حیدر کا ہاتھ پکڑا۔

" ثناء،ہم کوئی اور بات کریں"۔ثناء جانتی تھی کہ وہ تکلیف میں ہے۔اس لیے خاموش ہو گئی۔

" حیدر ایک فلم دیکھیں"۔

" کون سی"

"جراسک پارک"۔ثناء خوش ہو کر بولی۔

"کیا"۔حیدر کو حیرت ہوئی۔

"کیوں مجھے پسند ہے"۔

"تمھاری پسند میری پسند"۔

"میں لگاتی ہوں"۔وہ فوراً اٹھی۔کپ کچن میں رکھے۔u.s.b کو ٹی۔وی کے ساتھ لگایا۔اور دونوں فلم دیکھنے لگے۔

☆......☆......☆

"حیدر خان میری ایک بات مانو گے۔میں چاہتا ہوں کہ تم وہیں ترکی میں رہو"۔ندیم حیدر سے فون پر بات کر رہا تھا۔

"میں آپ کے ساتھ ہی رہوں گا"۔وہ اپنی بات پر بضد تھا۔

"حیدر خان اب تم شادی شدہ ہو۔۔"۔

"تو"۔

"تو یہ کہ کل کو تمھارے بچے ہوں گے۔مجھے نہیں پسند کہ اب تم مزید میرے کام کرو"۔ندیم اسے سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا۔

"میں یہاں کیا کروں گا۔مجھے ترکی زبان سیکھنے میں وقت لگے گا"۔

"میرے دوست کے پاس نوکری کر لینا۔آہستہ آہستہ ترکی زبان سیکھ لینا۔پڑھے لکھے ہو۔اور ثناء تمھاری مدد کرے گی"۔ندیم نے اس کا مسئلہ حل کر دیا۔

"میں واپس آرہا ہوں۔مجھے کسی اور کے پاس کام نہیں کرنا"۔

"تم نے وہاں نوکری کرنی ہے۔اس کا ذاتی کام نہیں کرنا"۔مجھے فون دیں۔سحرش نے ندیم سے فون لیا۔

"حیدر ایک بات کہوں۔جب سے میری شادی ہوئی ہے۔پہلی بار تمھارے بھائی کے کام کرنے کا موقع ملا ہے۔میں اب چاہتی ہوں کہ ان کے سارے کام میں خود کروں۔تمھارے رہتے یہ ممکن نہیں تھا"۔حیدر کے پاس

کہنے کو کچھ نہیں تھا۔

"اب تم اپنا بیوی کو وقت دو۔ جو اس کا حق بنتا ہے۔ تم جب چاہیے پاکستان آ سکتے ہو۔ تمھارا کمرہ جہاں تم رہتے تھے۔ وہ ہمیشہ تمھارا ہی رہے گا"۔ سحرش نے اسے سمجھایا۔ حیدر خان نے فون بند کر دیا۔

ثناء کمرے میں داخل ہوئی۔ حیدر خان کو یوں دیکھ کر حیران ہوئی۔

" کیا ہوا آپ کو۔ کب پاکستان واپس جانا ہے؟"۔ وہ حیدر کے پاس بیٹھ گئی۔

"ہم اب ادھر ہی رہیں گے۔ میں اپنے پیسے تمھارے اکاونٹ میں transfer کروں گا۔ پھر ہم یہاں اپنا ایک چھوٹا سا گھر لیں گے۔ ساتھ میں، میں ندیم کے دوست کے پاس نوکری کر لوں گا"۔

"جیسے آپ کی مرضی۔ میں نے آپ کو کچھ بتانا تھا۔ اپنے ماضی کے بارے میں"۔ ثناء نے اسے اپنے سگے والدین کے بارے میں بتایا۔ حیدر خان خاموشی سے سنتا رہا۔

" آپ کو معلوم ہے۔ جن لوگوں نے میرے ماں باپ کو مارا تھا۔ ان کے دو بیٹے تھے۔ بڑا بیٹا کینسر کی وجہ سے مر گیا۔ اور دوسرا کار حادثے میں اللہ کو پیارا ہو گیا۔ ان کی ماں صدمے سے مر گئی۔ اور باپ آدھا پاگل ہو گیا ہے۔ جو جائیداد انہوں نے غلط طریقے سے کمائی تھی۔ ادھر ہی پڑی رہ گئی"۔ ثناء کے آنسو بہنے لگے۔ حیدر نے اس کے آنسو صاف کیے۔

"ایک بات کہوں مانو گی۔ جو تم نے مجھے پیسے دیے تھے۔ وہ واپس لے لو"۔

" ٹھیک ہے پر مجھے نئے گھر کے لیے بہت ساری شاپنگ کرنی ہے"۔ ثناء مسکرانے لگی۔ حیدر خان نے فورا دل پر اپنا ہاتھ رکھ لیا۔ اور بستر پر لیٹ گیا جیسے کوئی صدمہ لگا ہو۔ ثناء نے پاس پڑے تکیہ سے اسے مارا۔ دونوں ہنسنے لگے۔

☆......☆......☆

صدیق خان بچوں کو گھما کر لایا۔ وہ دونوں آتے ہی اپنے کمرے میں گھس گئے۔ صدیق خان نے اپنے لیے چائے بنائی۔ اور اپنے کمرے میں آ کر بیٹھ گیا۔ صنم بھی پاس آ کر بیٹھ گیا۔

" آٹھ ماہ گزر گئے ہیں، آپ نے مجھ سے بات کرنا چھوڑ دیا ہے۔ بچے بھی مجھ سے بات نہیں

کرتے"۔صدیق خاموشی سے کتاب پڑھتا رہا۔

"میں کچھ پوچھ رہی ہوں"۔صنم پھر بولی۔صدیق خاموش رہا۔صنم بہت دیر تک اسے مناتی رہی۔پر صدیق نے ایک لفظ تک نہیں بولا۔ایسے ظاہر کیا۔جیسے پاس کوئی نہیں ہے۔صنم بچوں کے کمرے میں گئی۔پر وہ بھی اپنی دنیا میں مصروف تھے۔

☆......☆......☆

حیدر خان اور ثناء اپنے نئے گھر شفٹ ہو گئے۔گھر چھوٹا تھا۔پر تھا خوبصورت۔حیدر خان اور ثناء نے دونوں نے مل کر اپنے گھر کو سجایا۔اس دوپہر حیدر خان اپنی گاڑی کی صفائی کر رہا تھا۔جب اس کے موبائل کی گھنٹی بجی۔انجان نمبر تھا۔

" کون بات کر رہا ہے؟"۔

"میں۔۔۔میں صنم"۔دوسری طرف سے آواز آئی۔"حیدر پلیز فون مت بند کرنا"۔

"مجھے آپ سے کوئی بات نہیں کرنی"۔حیدر کا لہجہ سخت تھا۔

"پلیز،ایک بار بات سن لو۔یہ کام تمھارے علاوہ اور کوئی نہیں کر سکتا۔تمھارے بھائی صدیق نے مجھ سے بات کرنا چھوڑ دی ہے۔بچے بھی مجھ سے سیدھے منہ بات نہیں کرتے۔اگر تم کہو گے۔تو وہ تمھاری بات کبھی نہیں ٹالیں گے"۔صنم کے رونے کی آواز آنے لگی۔

"مجھے معاف کر دیں۔میں کسی کی زندگی میں دخل نہیں دیتا۔"۔حیدر خان نے فون بند کر دیا۔

"چلیں فلم شروع ہو جائے گی۔اور آپ تو جانتے ہیں پھر میں نے شاپنگ بھی کرنی ہے"۔ثناء آکر گاڑی میں بیٹھ گئی۔حیدر خان بھی گاڑی میں بیٹھ گیا۔

"اچھا شاپنگ نہ کرنے کا کیا لو گی"۔حیدر نے پوچھا۔

"پانچ بار اور شاپنگ"۔ثناء نے حیدر کے کندھے پر ہاتھ مارا۔

"حیدر ایک بات کہوں۔مجھے لگتا تھا کہ اللہ مجھ سے پیار نہیں کرتے۔اس لیے مجھ سے میری خوشیاں چھین لیں ہیں۔پر اب احساس ہوتا ہے کہ ہر کام اچھے کے لیے ہوتا ہے"۔

"وہ کیسے"۔

"اگر ہم ایک دوسرے سے جدا نہ ہوتے۔تو کبھی ایک دوسرے کی قدر نہ جان سکتے"۔

"ٹھیک کہتی ہو بیگم۔تم واقعی ایک اچھی بیگم ہو۔تم کو مجھ پر فخر ہونا چاہیے۔کبھی سوچا تھا کہ اتنا اچھا شوہر ملے گا"۔حیدر خان نے گانا لگایا۔

"نہیں بادشاہ سلامت، میں نے کبھی نہیں سوچا تھا۔حیدر ایک بات پوچھوں، میرے ذہن میں یہ اکثر سوال آتا ہے کہ،شادی کی رات آپ نے مجھ سے کنفرم کیوں کیا تھا۔کہ میں ثناء ہی ہوں؟۔

"یار شادی سے پہلے جب بھی تم کو دیکھا تھا۔تم نے ہمیشہ ایک بڑی سی عینک، دانتوں پر تار اور سر پر سکاف پہنا ہوتا تھا۔تو جب میں نے تم کو ان سب کے بغیر دیکھا، تو حیران رہ گیا۔کہ تم اتنی خوبصورت ہو"۔حیدر خان نے پیار سے اپنی بیگم کو دیکھا۔

☆......☆......☆

صنم فون بند کر کے رونے لگی۔اس نے سب کچھ اپنے ہاتھوں سے کھویا تھا۔زندگی نے اسے سب کچھ دیا تھا۔بڑا گھر، پیار کرنے والا شوہر، دو بے حد پیارے بچے پر اس نے ان سب کی قدر نہ کی۔اور آج سب کچھ ہوتے ہوئے بھی خالی ہاتھ رہ گئی تھی۔

......ختم شد......